حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا

من گھڑت روایات پر تعاقب

84 احادیث کا مجموعہ جسے حضرت حکیم الامت نے من گھڑت، بے اصل قرار دیا ہے

تالیف

مفتی طارق امیر خان صاحب

متخصص بالحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان و مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا

من گھڑت روایات

پر تعاقب

(۸۴) احادیث کا مجموعہ جسے حضرت حکیم الامت نے من گھڑت قرار دیا ہے

تالیف

مفتی طارق امیر خان صاحب

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان و مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

نام کتاب	من گھڑت روایات پر تعاقب
تالیف	مفتی طارق امیر خان صاحب
اشاعت اول	دسمبر 2018
تعداد	1100
طابع	القادر پرنٹنگ پریس کراچی
ناشر	مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
	021-34604566 Cell: 0334 -3432345
ای میل	maktabaumerfarooq@gmail.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جاسکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

دارالاشاعت اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
ادارۃ الانور علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
وحیدی کتب خانہ محلہ جنگی خانہ قصہ خوانی بازار پشاور
مکتبہ غزنوی علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ فاروق اعظم پشاور

صفحہ	موضوع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحمل ہذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین۔ اس علم کے حامل ہر آنیوالی نسل میں سے عادل اور اہل لوگ من مانی تاویلوں کی آلائشوں کو دور کرتے رہیں گے۔

مسلمانوں میں یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ وہ من گھڑت، جعلی اور موضوع روایات کا تعاقب کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وسلم) کے ذخیرے کو ایسا شفاف اور شک وشبہ سے پاک کر دیا ہے کہ ادیان سماویہ میں اسکی مثال موجود نہیں، ہر حدیث کا مرتبہ قواعد وضوابط کے تحت متعین کر دیا ہے ہمارے یہاں پاک وہند میں بھی علماء راسخین نے جعلی، من گھڑت روایات کا تعاقب کیا ہے اور انکو مردود قرار دیا ہے۔

حضرت اقدس حکیم الامت مجدد الملت شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کی عبقری شخصیت اور آپکی علمی واصلاحی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ من گھڑت روایات کے تعاقب میں بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کا کردار نمایاں نظر آتا ہے۔

ہمارے عزیز طارق امیر خان متخصص فی علوم الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی کو اللہ عزوجل نے خاص ذوق سے نوازا ہے پہلے وہ "غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ" "الجزء فی فضائل القرآن" اور کئی رسائل پیش کر چکے ہیں۔

اب انہوں نے من گھڑت روایات کے سلسلہ میں حضرت کے افادات ملفوظات اور فتاوی کا بڑی باریکی سے جائزہ لیکر ۸۵ بے اصل اور موضوع روایات کو پیش کیا ہے۔

مولانا طارق امیر خان ان روایات پر نمبر لگائے ہیں، حضرت کی عبارت نقل کی ہے اور کئی جگہ تقریب الی الفہم کے لئے یعنی بات کو آسان پیرائے میں سمجھانے کے لئے عنوان بدلکر ذکر کیا ہے۔ بعض اوقات یہ بھی بتایا ہے جو الفاظ نقل کئے جاتے ہیں وہ ثابت نہیں مضمون درست ہے، اکثر وبیشتر حصہ بے اصل اور موضوع ہے۔

کتاب اتنی دلچسپ ہے کہ شروع کرنے کے بعد درمیان میں چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔

سلیم اللہ خان

خادم جامعہ فاروقیہ

کراچی

۱۲ رمضان ۱۴۳۶ھ / ۸ جولائی ۲۰۱۵ء

مقدمہ

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

الحمد لله الذي ميز الخبيث من الطيب، وأحرز الحديث بالعلماء النقاد من الخطأ والكذب، والصلاة والسلام على سيد الورى وخير البرية، وجميع صحابته دعاة الله إلى سبله المرضية، وأزواجه أمهات المؤمنين وذريته الطيبين، ونسأله التوفيق و السديد، فبيده أزمة التحقيق والتسديد. أما بعد!

اللہ ارحم الراحمین کا بندہ پر بے پناہ احسان ہوا جس نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی تالیفات سے چند گراں قدر موتی پرونے کی بلا استحقاق توفیق نصیب فرمائی۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کی عبقری شخصیت اورآپ کی علمی و اصلاحی خدمات کا تعارف عنقریب مستقل عنوان سے آئے گا، ذیل میں تالیفِ ہذا کا سبب واسلوب ملاحظہ فرمائیں:

سببِ تالیف

بندہ نے کتاب ''غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ'' میں عرض کیا تھا کہ علماء پاک وہند نے من گھڑت روایات کے تعاقب میں مثالی خدمات انجام دی ہیں، ان میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی مساعی جمیلہ ممتاز حیثیت کی حامل ہیں، آپ کی انہیں کاوشوں میں یہ درخشاں پہلو بھی ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے اپنے زمانے میں موجود عام وخاص افراد میں فرامین سید السُنَن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت ہر پہلو سے اجاگر کی، اور اپنے زمانے میں موجود ایسے عوامل کا سدِ باب بجا طور پر کیا جن سے ارشاداتِ رسالت مجروح ہو سکتے ہیں، ایسے گوشوں کی نشاندہی کی جہاں سے اسلامی روایتی دستاویزات متاثر ہوسکتی ہیں۔

جھوٹی روایات و حکایات کے خلاف صف آرائی میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا کردار بندہ کے لئے محرک ثابت ہوا، چنانچہ اس ارادے سے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی تالیفات کا مطالعہ شروع کیا، ان عبارتوں سے دیکھتے ہی دیکھتے ایک تالیف امنڈتی رہی جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، اور یہ سب حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے خلوص، للّٰہیت اور قبولیت کا نتیجہ ہے۔

اس تالیف میں موجود حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی تحریروں سے آپ محسوس کریں گے کہ حضرت والا من گھڑت روایات کے تعاقب میں سَلَف کی مثال ہیں،

چنانچہ آپ خود ساختہ روایت پر کہیں حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ کی طرح شدید نکیر کرتے نظر آتے ہیں (دیکھئے فصل اول) تو کہیں امام سیوطی رحمہ اللہ کی مانند وسعتِ نظر سے ساقط روایت کے ہم معنی مضامین پیش کرتے ہیں (دیکھئے، روایت: دنیا آخرت کی کھیتی ہے)، کہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خود ساختہ روایات کے تحت ضمنی درایتی پہلو پر لکھتے ہوئے حافظ ابن دَقِیق العِید رحمہ اللہ کا قلم آپ کے ہاتھ میں آچکا ہے (دیکھئے: انگوٹھے چومنے والی روایت)، اور کہیں آپ من گھڑت روایت کا صحیح احادیث سے تعارض بتانے میں حافظ جوزَقانی رحمہ اللہ کا مظہر معلوم ہوتے ہیں (دیکھئے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر فلک میں دھوم تھی)۔

ایک جگہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی طرح تفسیری روایات میں خس وخاشاک صاف کرتے نظر آتے ہیں (دیکھئے: قصہ ہاروت و ماروت) تو دوسری جانب حافظ مُغْلَطائی رحمہ اللہ کی طرح تاریخ میں گرفت فرماتے ہیں (دیکھئے: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات)، بعض تحریروں میں حافظ ابن قَیِّم الجوزیہ رحمہ اللہ کی طرح جاہل صوفیوں کی باطل روایات کا قلع قمع کرتے ہیں (دیکھئے، روایت: اَنَا عَرَبٌ بِلَا عَیْن)، کچھ عبارتیں ایجاداتِ روافض کی توضیح میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یاد دلاتی ہیں (دیکھئے، روایت: میں اس بات پر خدا کا شکر کرتا ہوں کہ وہ میری رسالت اور علیؓ کی ولایت سے راضی ہے)، کبھی یوں لگتا ہے کہ آپ کی تردیدی بحث، جامعیت میں حافظ ابن عَرّاق رحمہ اللہ کا پرتو ہیں (دیکھئے، روایت: خرقۂ صوفیہ)۔

کبھی یوں لگتا ہے کہ آپ رکاکت لفظی و معنوی سے وضع حدیث کو پہچاننے میں حافظ ابو زُرعہ رحمہ اللہ و حافظ ابو حاتم رحمہ اللہ کی نظیر ہیں(دیکھئے، روایت: میں بلا میم، احمد ہوں)، اور کہیں اہل بیت کے من گھڑت مناقب اور مثالب صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل موضوعات سے بے زاری میں حافظ ذَہَبی رحمہ اللہ کے جلال میں نظر آتے ہیں (دیکھئے، روایت: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک سائل کو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما تک ہبہ کر دیے تھے، نیز روایت : جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دو)، غرض یہ کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ من گھڑت روایات کی روک تھام میں مثالِ سلَف اور مشعلِ خلَف ہیں۔

نیز قارئین کرام حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی عبارتوں میں ان اصولوں کو خصوصیت سے نظر میں رکھیں جو حدیث کے ردوقبول میں آپ ذکر فرماتے ہیں، انھیں اصولوں میں وہ حقیقی فوائد پوشیدہ ہیں جو حضرت حکیم الامت کے نزدیک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب غلط انتساب سے نجات کا باعث ہیں۔

بندہ نے اس تالیف میں جن امور کو ملحوظ رکھا ہے، ذیل میں اسے اختصاراً لکھاجارہاہے:

تالیف کا اسلوب

۱ - اس تالیف کو دو فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

* پہلی فصل حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے ان ارشادات پر مبنی ہے جن میں من گھڑت روایات و حکایات کی تحقیقی مذمت بیان کی گئی ہے، نیز اس خود ساختہ مواد کی تشہیر کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، یعنی بعض ایسی مجالس وعظ جہاں سے من گھڑت روایات رواج پاتی ہیں، ان کے مفاسد کو مدلل انداز سے لکھا ہے، نیز عوامی توجہ کا مرکز بننے والی بعض ایسی کتابیں جو من گھڑت روایات سے لب ریز ہیں، ان کا بھی تعاقب کیا ہے۔

* دوسری فصل میں وہ روایات و حکایات ہیں، جنہیں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے صاف لفظوں میں من گھڑت، بے اصل، مہمل، غلط وغیرہ کہا ہے، فی الحال مجموعہ کی اس طبع میں اس طرح کی ۸۴ روایات نقل کی جارہی ہیں۔

واضح رہے کہ ہمارے قول ''روایت'' سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نیز حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وبزرگانِ دین کی جانب منسوب اقوال و واقعات ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و واقعات میں معنوی روایات بھی شامل ہیں، یعنی ایسی روایات جس میں صاف لفظوں میں یہ نہیں کہا گیا ہو کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''، لیکن مضمون ایسا ہے کہ جو صاحب شریعت ہی سے معلوم ہو سکتا ہو۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ روایات کو ساقط قرار دیتے ہوئے، اپنے قول کی تائید میں بسا اوقات ائمہ سابقین کا حوالہ دیتے ہیں، بعض اوقات کسی کا

حوالہ نہیں ہوتا، بندہ نے حاشیہ میں ان ذکر کردہ ائمہ کے علاوہ دیگر علماء سابقین کے اقوال بھی لکھ دیئے ہیں، البتہ نقلِ اقوال میں استیعاب نہیں کیا، بلکہ صرف معتدبہ اور قوی تر اقوال پر اکتفاء کیا ہے، جہاں ضروری سمجھا عبارتیں بھی نقل کردیں۔

ایک اہم تنبیہ یہ بھی ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے بعض مقامات پر لکھا ہے کہ "یہ روایت نہیں ملتی"، یا اس جیسے الفاظ فرمائے ہیں، بندہ نے بھی اپنے التزام کے مطابق ان روایات کو تلاش کیا ہے، لیکن میں اکثر ان پر مطلع نہیں ہو سکا ہوں، ان روایات میں حدیثِ رسول میں احتیاط، واصول فن ہذا کا تقاضہ یہی ہے کہ ان روایات کو "معتمد سند" ملنے تک ہر گز انتساب بالرسول کی حیثیت سے بیان نہ کیا جائے۔

سابقہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حاشیہ میں بندہ کا حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مستدلات وغیرہ کی تخریج کرنا فی الحال موضوع نہیں ہے، بلکہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے ذکر کردہ حکم کی تائید میں زائد اقوالِ ائمہ ذکر کرنا موضوع ہے۔

۲ ۔ بعض اوقات دوسری فصل کا جزء بننے والی روایت حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی تصنیفات میں متعدد مقامات میں ملتی ہے، اگر ایسی مکرر روایت کسی بھی زائد فائدے پر مشتمل ہو تو اسے فصل ثانی میں التزاماً اس عنوان سے لکھا گیا ہے: "ایک دوسرے انداز سے" یا "ایک نئے اسلوب سے"۔

۳ - ان دونوں فصلوں میں عنوانات کے علاوہ تمام تر عبارتیں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی ہیں، البتہ جہاں کہیں بندہ نے کلام کیا ہے تو امتیاز کے لئے بڑے بریکٹ "[ ]" کی علامت استعمال کی ہے۔

۴ - بڑے بریکٹ "[ ]" میں حسبِ ضرورت تسہیل، قائل کی تعیین اور بعض مفید فوائد بھی لکھے گئے ہیں۔

۵ - اس کا اہتمام کیا گیا ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی عبارتوں میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی عبارتیں قدیم طرز پر ہیں، اس لئے اگر کہیں اس کا احتمال ہوا کہ قاری اس عبارت کو ناقل کی غلطی سمجھے گا، وہاں "كذا في الأصل" یعنی اصل میں اسی طرح ہے، لکھ کر اس وہم کا ازالہ کیا گیا ہے۔

۶ - "امداد الفتاویٰ" اور "التشرف" کی منقول تمام روایات ان کتابوں میں موجود سوال و جواب کے انداز پر ہی باقی رکھی گئی ہیں، تاکہ مکمل فائدہ حاصل ہوسکے۔

۷ - حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی عبارتوں سے اقتباسات لیتے ہوئے اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ صرف اس قدر اقتباس لیا جائے جو عنوان اور اس سے متعلق زائد فائدے پر مشتمل ہو، اس کے علاوہ عبارت کو حذف کیا گیا ہے، اور اس حذف کے لئے عبارت کے آخر میں "۔۔۔" کی علامت استعمال کی گئی ہے،

البتہ بعض مقامات پر مجموعی عبارت کے درمیان میں حذف کے لئے "...." کی علامت استعمال کی گئی ہے۔

۸ - دونوں فصلوں میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی عبارتوں پر عنوانات قائم کیے گئے ہیں، خصوصاً دوسری فصل میں روایات و حکایات کے عنوانات حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی عبارت ہی سے اخذ کیے گئے ہے۔

۹ - عربی عبارتوں کا ترجمہ صرف حسبِ ضرورت کیا گیا ہے۔

۱۰ - آخر میں بندہ ان تمام محسنین کا شکر گذار ہے جنہوں نے اس تالیف میں تعاون کیا ہے، خصوصاً مولانا سیف اللہ صاحب حفظہ اللہ کا ممنون ہوں کہ یہ مجموعہ درحقیقت انہیں کے توسط سے انجام تک پہنچا ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنی شایانِ شان اجر عطاء فرمائیں، آمین۔

طارق امیر خان

متخصص فی علوم الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی علمی واصلاحی خدمات کا اجمالی تعارف

اصلاحِ معاشرہ میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی شخصیت کی ہمہ گیری کا اندازہ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے:

''اصلاحِ امت کی کوشش میں علمی و عملی زندگی کے ہر گوشے پر ان کی نظر تھی۔ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک، عورتوں سے لے کر مردوں تک، جاہلوں سے لے کر عالموں تک، عامیوں سے لے کر صوفیوں تک، درویشوں اور زاہدوں تک، غریبوں سے لے کر امیروں تک، ان کی نظر مصروفِ اصلاح و تربیت رہی۔ پیدائش، شادی بیاہ، غمی اور دوسری تقریبوں اور اجتماعوں تک کے احوال پر ان کی نظر پڑی، اور شریعت کے معیار پر جانچ کر ہر ایک کا کھرا کھوٹا الگ کیا۔ رسوم و بدعات اور مفاسد کے ہر ایک روڑے اور پتھر کو ہٹا کر صراطِ مستقیم کی راہ دکھائی۔

تبلیغ، تعلیم، سیاست، معاشرت، اخلاق وعادات اور عقائد میں دین خالص کے معیار سے جہاں کوتاہی نظر آئی اس کی اصلاح کی۔ فقہ کے نئے نئے مسائل اور مسلمانوں کی نئی نئی ضرورتوں کے متعلق اپنے نزدیک پورا سامان مہیا کر دیا، اور خصوصیت کے ساتھ احسان وسلوک کی، جس کا مشہور نام تصوف ہے، تجدید فرمائی۔

ان کے سامنے دین کی صحیح تِمثال تھی، اسی کے مطابق مسلمانوں کی موجودہ زندگی کی تصویر میں جہاں جہاں نقائص تھے ان کے درست کرنے میں عمر بھر مشغول رہے۔انھوں نے اپنی زندگی اس میں صرف کر دی کہ مسلمانوں کی تصویرِ حیات کو اس کی شبیہ کے مطابق بنادیں جو دینِ حق کے مُرقّع میں نظر آتی ہے"۔[1]

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ جامع کمالات تھے، آپ کی ذاتِ والا میں ایک جہاں آباد تھا، آپ کا فیض بحر بے کراں تھا، مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے یہ جملے اس حقیقت کے کس قدر عکّاس ہیں:

"حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ودینی فیوض وبرکات اس قدر مختلف الانواع ہیں کہ ان سب کا احاطہ ایک مختصر سے مضمون سے نہیں ہوسکتا، اور یہی ان کی جامعیت ہے جو ان کے اَوصاف ومحَامد میں سب سے اول نظر آتی ہے۔

وہ قرآن پاک کے مترجم ہیں، مجوّد ہیں، مفسر ہیں، اس کے علوم وحِکَم کے شارح ہیں، اس کے شکوک وشبہات کے جواب دینے والے ہیں، وہ محدث ہیں، احادیث کے اَسرار ونِکات کے ظاہر کرنے والے ہیں، وہ فقیہ ہیں، ہزاروں فقہی مسائل کے جوابات

(١) حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات: مؤلف ابو الحسن اعظمی، ص: ٢٢، مکتبۃ العلم، لاہور۔

لکھے ہیں، نئے سوالوں کو حل کیا ہے، نئی چیزوں کے متعلق انتہائی احتیاطوں کے ساتھ فتوے دیئے ہیں، وہ خطیب تھے، خُطَبِ ماثورہ کو یکجا کیا ہے، وہ واعظ تھے، ان کے سینکڑوں وعظ چھپ کر عام ہو چکے ہیں، وہ صوفی تھے، تصوف کے اَسرار وغوامض کو فاش کیا ہے، شریعت وطریقت کی ایک مدت کی جنگ کا خاتمہ کر کے دونوں کو ایک دوسرے سے ہم آغوش کیا ہے۔

ان کی مجلسوں میں علم ومعرفت اور دین وحکمت کے موتی بکھیرے جاتے تھے، اور یہ موتی جن گنجینوں میں محفوظ ہیں وہ ملفوظات ہیں، جن کی تعداد بیسیوں تک پہنچ چکی ہے، وہ مرشد کامل تھے، ہزاروں مسترشد ومستفید ان کے سامنے اپنے احوال و وَارِدَات پیش کرتے تھے، اور ان کے تسکین بخش جوابات دیتے اور ہدایات کرتے تھے، جن کا مجموعہ ''تربیت السالک'' ہے۔

انہوں نے بزرگوں کے احوال وکمالات کو یکجا کیا اور اس ذخیرہ سے سب کو آشنا کیا، ان کی متعدد کتابیں اس مضمون پر ہیں، انہوں نے حضراتِ چشت کے احوال واقوال میں سے بظاہر اعتراض کے قابل باتوں کی حقیقت ظاہر کی اور ان کی تاویلات کیں، ان کی کتابوں کے خلاصے اقتباسات اور تسہیلات ان سے الگ ہیں، جن کی ترتیب ان کے مسترشدین نے کی ہے، وہ مصلحِ امت تھے، امت کے سینکڑوں معائب کی اصلاح کی، رسوم وبدعات کی تردید، اور اصلاحِ رسوم اور انقلابِ حال پر متعدد

تصانیف کیں، وہ حکیم الامت تھے، مسلمانوں کے علاج اور نَشْأَۃ وإحیاء پر ''حیٰوۃ المسلمین'' وغیرہ رسائل تالیف فرمائے، غرض ان کی زندگی میں مسلمانوں کی شاید کوئی مذہبی ضرورت ہوگی، جس کا مداوا اس حکیم الامت رحمہ اللہ نے اپنی زبان اور قلم سے نہیں فرمایا اور جس کی وسعت کا اندازہ تحقیق اور مطالعہ کے بعد ہی نظر آسکتا ہے''۔(۱)

حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمہ اللہ تصانیف حکیم الامت رحمہ اللہ کے فیضان کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت والا قدس سرہٗ العزیز کی تصانیف کثیرہ، تفسیر واحادیث اور فقہ و تصوف پر مشتمل ہیں، اور ملفوظات و مواعظ ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ دورِ حاضر کے خاص دینی علوم و فنون کے مبصروں نے حضرت کے دینی کارناموں کے پیش نظر یہ تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت اقدس اس عہد کے مجددِ ملت، حکیم الامت و حجۃ اللہ فی الارض تھے، چنانچہ اظہر من الشمس ہے کہ خواص و عوام کے لیے، علماء و صلحاء کے لیے، طالبین وسالکین کے لیے مفید و کارآمد اور بصیرت افروز اعجازی و الہامی مضامین مدتوں تک من جانب اللہ حضرت والا کے قلم و زبان سے جاری رہے، شریعت و طریقت کے دقائق کی تشریح ووضاحت ہوتی رہی، الحمد للہ علیٰ ذلک۔

---

(۱) ماہنامہ الحسن، اشاعت خاص بیاد حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ: ص:۱۱۴، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

مسلمانوں کے لیے دین و دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس پر حضرت والا کی سیر حاصل مستند و معتبر تصانیف اور مواعظ و ملفوظات نہ ہوں، نصائح و وصایا کا بھی نہایت جامع و نافع مکمل دستور العمل مرتب فرمادیا ہے، خود بھی بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ:

''بحمد اللہ وبفضلہ تعالیٰ سب ضروری کام ہو گیا ہے، صدیوں تک کے لیے دین کا راستہ بے غبار ہو گیا ہے، آئندہ نسلوں کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ میری ہی تصانیف، ملفوظات و مواعظ سے کام چلتا رہے گا، یہ سب حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کا فیض و برکت ہے''۔(۱)

بلاشبہ آپ کی تصنیفات علوم کے دفینے اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، آپ کی بابرکت تحریروں سے مختلف انداز سے فوائد چنے جاتے رہے ہیں، اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی تصنیفی خدمات، مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''ان کی تصنیفات ہندوستان کے پورے طول وعرض میں پھیلیں اور ہزاروں مسلمانوں کی اصلاح وفلاح کا باعث ہوئیں، اردو اور عربی کے علاوہ مسلمانوں

---

(۱) ماہنامہ الحسن، اشاعت خاص بیاد حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ: ص:۱۳۸، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

نے اپنے ذوق سے ان کی متعدد تصانیف کا ترجمہ غیر زبانوں میں بھی کیا، چنانچہ ان کی متعدد کتابوں کے ترجمے انگریزی، بنگالی، گجراتی، اورسندھی میں شائع ہوئے۔

ان کی تصانیف کی تعداد جن میں چھوٹے بڑے رسائل اور ضخیم تصانیف سب داخل ہیں، آٹھ سو کے قریب ہیں، ۱۳۵۴ھ میں ان کے ایک خادم مولوی عبد الحق فتحپوری رحمہ اللہ نے ان کی تصانیف کی ایک فہرست شائع کی تھی جو بڑی تقطیع کے پورے ۸۶ صفحوں کو محیط ہے، اس کے بعد کے نو برسوں میں جو رسائل یا تصانیف ترتیب پائیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ہر صدی کا مجدد اپنی صدی کے کمالات کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے، اگر یہ سچ ہے تو یہ صدی جو مطبوعات ومنشورات کے کمالات سے مملوّ ہے اور جس کا اہم کارنامہ خواہ حق کے اثبات واظہار میں ہو یا باطل کی نشر واشاعت میں، پریس اور مطبع ہی کے برکات ہیں، زبان وقلم اس صدی کے مبلغ ہیں، اور رسائل ومنشورات دعوت کے صحیفے ہیں، اس بنا پر مناسب تھا کہ اس صدی کے مجدد کے کرامات بھی ان ہی کمالات میں جلوہ گر ہو۔

علمائے اسلام میں ایسے بزرگوں کی کمی نہیں، جن کی تصانیف کے اوراق اگر ان کی زندگی کے ایام پر بانٹ دیئے جائیں تو اوراق کی تعداد زندگی کے ایام پر فوقیت لے جائے، امام جریر طبری رحمہ اللہ [كذا في الأصل]، حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ،

امام رازی رحمہ اللہ، حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ، حافظ سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ متعدد نام اس سلسلہ میں لئے جا سکتے ہیں، ہندوستان میں مولانا ابو الحسنات عبد الحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ اور نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کے نام بھی اس سلسلہ میں داخل ہیں، اس سلسلہ کا اخیر نام حضرت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کا ہے"۔(۱)

علوم الحدیث، خصوصاً فنِ سلوک و احادیث نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے مابین تصوراتی خلیج کو چاک کرنے کا کارنامہ، حضرت حکیم الامت کے مجدد ہونے پر حجتِ قاطع ہے، چنانچہ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

"حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو علوم الحدیث میں جو مہارت حاصل تھی، اس کی شہادت ان کے مواعظ ورسائل اور تالیفات کے ہزاروں صفحات دے رہے ہیں، جن میں بے شمار احادیث کے حوالے، اشارے اور تلخیصات، ان کے مشکلات کی شرح، ان کے دقیق مطالب کے حل اور ان کے نِکات ولطائف کا بیان ہے، خصوصیت کے ساتھ شیخ کے مواعظ میں جو زبانی تقریریں ہیں، بر محل حدیثوں کے حوالے اور اکثر احادیث کے بعینہٖ الفاظ مع ان کی تخریجات اور کتابوں کے حوالے، اس کثرت سے ہیں کہ ان کو دیکھ کر کسی انصاف پسند کو ان کے حافظ الحدیث ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا۔

---

(۱) ماہنامہ الحسن، اشاعت خاص بیاد حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ص:۱۱۵، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

اس کے بعد ان کی ان تصانیف کو لیجئے جو گو فقہ وفتاویٰ اور احکام ومسائل یا اصلاحِ رسوم اور سلوک میں ہیں، لیکن ان کی بنیاد احادیث پر ہے، ان میں احادیث کے حوالے دلائل کی مضبوطی اور صحت بیان کی تائید وشہادت کے لئے آئے ہیں، جو مؤلف کے علم ومعرفت پر دلیل قاطع ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کو فن سلوک کی تجدید کی جو توفیق عنایت ہوئی تھی، اس کا ایک مبارک اثر یہ ہے کہ حضرت نے احادیث کی کتابوں سے ان تمام حدیثوں کو یکجا فرمایا، جن میں اس فن شریف کے مسائل متفرق تھے، اگر چہ بعض حضرات محدثین نے اپنی کتابوں میں بعض ابوابِ زہد ورِقاق کا تذکرہ کیا ہے، تاہم ان کی حیثیت فن کی نہیں، قدماء میں سے صرف ایک بزرگ حضرت امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ المتوفی ۱۸۱ھ کا نام ہم کو معلوم ہے، انہوں نے ''کتاب الزہد والرقاق'' کے نام سے مستقل تصنیف فرمائی ہے، مگر یہ ہیچمدان اس کی زیارت سے محروم رہا ہے، اس لئے اس کی نسبت کچھ عرض نہیں کر سکتا، مگر قیاس یہ ہے کہ وہ ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ کی کتاب کی طرح زہد ورِقاق اور مذمتِ دنیا کے مضامین کی احادیث پر مبنی ہوگی۔

اہلِ سلوک نے جن روایات احادیث سے کام لیا ہے، وہ عموماً ضعیف بلکہ موضوع تک ہیں، اسی لئے علماءِ سلوک کو اس فن میں کمزور سمجھا گیا ہے اور اسی بنا

پر اہلِ حدیث وروایت نے یہ برخود غلط خیال قائم کرلیا ہے کہ فنِ سلوک اور اس کے مسائل احادیثِ نبوی ﷺ سے ثابت نہیں، اور صدیوں سے ان کا یہ اعتراض قائم تھا، گو بعض محدثین نے ادھر توجہ فرمائی اور اس سلسلہ میں کچھ کام انجام دیا، مثلاً امام ابن ابی جمرہ اندلسی رحمہ اللہ المتوفی ۶۹۹ھ نے ''صحیح بخاری'' کی شرح ''بہجۃ النفوس'' کے نام سے لکھی جس کی پہلی جلد چھپ کر شائع ہوچکی ہے، اس میں اس کا التزام کیا ہے کہ احادیث کی شرح میں سلوک کے مسائل ونکات کی طرف بھی اشارے کرتے جائیں، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے اس کام کو مستقل طور سے انجام دیا اور ''حقیقۃ الطریقہ من السنۃ الانیقہ''، ''التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف'' کے نام سے دو کتابیں تالیف کیں۔

(۱) حقیقۃ الطریقۃ: ۱۳۲۷ھ میں تالیف فرمائی ہے اور یہ درحقیقت حضرت کی کتاب ''التکشف بمہمات التصوف'' کا آخری جزو ہے اور ساتھ ہی مستقل تصنیف بھی ہے، اس میں تین سو احادیث جو عموماً صحاح میں مذکور ہیں، سلوک وتصوف کے مسائل کو مستنبط کیا گیا ہے اور ان کو اخلاق، احوال، اشغال، تعلیمات، علامات، فضائل، عادات، رسوم، مسائل، اقوال، توجیہات، اصلاح اور متفرقات کے دس ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے، یہ اہلِ علم کے مطالعہ کی خاص چیز ہے۔

(۲) التشرف : یہ کتاب چار حصوں میں ہے، ان میں ان احادیث کی تحقیق ہے، جو تصوف کی کتابوں میں یا صوفیہ کے کلام میں آتی ہیں، اور یہ دکھایا ہے کہ اصول وفنِ حدیث کی رو سے یہ حدیث کس درجہ کی ہے اور حدیث کی کس کتاب میں ہے، اور جو روایات ان میں دراصل حدیث نہ تھیں، بلکہ عوام نے غلط فہمی سے ان کو حدیث سمجھ رکھا ہے اگر وہ اقوال نتیجہ کے طور پر کسی دوسری حدیث یا آیتِ پاک سے ثابت ہیں تو ان احادیث وآیات اور اُن سے اُن اقوال کی صحت کے طریق واستنباط پر گفتگو فرمائی۔

حصہ اول ''التشرف'' میں امام غزالی رحمہ اللہ کی ''احیاء العلوم'' کی احادیث کی تخریج ہے، اس حصہ کا مآخذ زیادہ تر امام غزالی رحمہ اللہ کی تخریج احیاء العلوم ہے جس کا حوالہ دیا گیا ہے، اور اس کے علاوہ احادیث کی دوسری کتابیں ہیں، جن کا ماخذ ہر روایت کے ساتھ بتایا گیا ہے، یہ حصہ ۱۳۴۱ھ میں لکھا گیا ہے۔

حصہ دوم میں دفتر اول ''مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ'' اور اس کی شرح ''کلید مثنوی'' میں آئی ہوئی احادیث وروایات کی تخریج کی گئی ہے، ان احادیث کی تحقیقات زیادہ تر امام سخاوی رحمہ اللہ کی ''المقاصد الحسنۃ'' سے التقاط کی گئی ہیں، یہ حصہ ۱۳۴۹ھ میں زیرِ قلم آیا۔

حصــہ سوم وچہــارم، ان دونوں حصوں میں حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی "جامع صغیر"سے، جو احادیث کی ساری کتابوں کا بہ ترتیب حروف تہجی ترتیب دیا گیا ہے، ساتھ ہی تحقیقاتِ خاصہ کا جابجا اضافہ اور احادیث کے مطالب کی تشریح و تطبیق اور بعض مشکلات کا حل کیا گیا ہے، حصہ سوم صرف الف کی روایتوں پر مشتمل ہے اور ۱۳۵۰ھ میں ترتیب پایا ہے، اور حصہ چہارم میں بقیہ حروف کی روایتیں ہیں اور وہ محرم ۱۳۵۳ھ میں تکمیل کو پہنچا ہے"۔(۱)

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی حدیثی خدمات میں "اعلاء السنن" آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"۱۳۳۰ھ میں آپ کو دلائل حدیثیہ للحنفیہ کے جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا تو "جامع الآثار" اور "تابع الآثار" دو رسالے تصنیف فرمائے، جن میں "ابواب الصلوۃ" تک وہ حدیثیں جمع کی گئیں جو حنفیہ کی دلیل ہیں، پھر تمام ابواب کے دلائل کا استیعاب کرنا چاہا اور "احیاء السنن" کے نام سے ضخیم کتاب "ابواب الحج" تک تالیف فرمائی، مگر جس عالم کو اس پر نظر ثانی کے لیے متعین کیا گیا تھا، اس نے اپنی رائے سے اس میں اس قدر ترمیم و تنسیخ کردی کہ مولانا کی تصنیف باقی نہ رہی، بلکہ مستقل کتاب ہوگئی، اس لیے اس کی اشاعت ملتوی کردی گئی، اور حضرت کے منشاء کے موافق دوبارہ اس مہم کام کو انجام دیا گیا، پندرہ سال سے کچھ زیادہ مدّت

---

(۱) ماہنامہ الحسن، اشاعت خاص بیاد حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ: ص:۱۲۴، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

میں ''ابواب الصلوۃ'' سے ''ابواب المیراث'' تک جملہ ابوابِ فقہیہ کے دلائلِ احکام، حدیث سے جمع کر دیئے گئے۔

یہ کتاب جس کا نام ''اعلاء السنن''ہے، بیس جلدوں میں تمام ہوئی ہے، ابتداء کی آٹھ جلدیں حرفاً حرفاً حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ کی نظر سے گزر چکی ہیں، بقیہ جلدوں میں مشکل اور مہم مقامات حضرت کے سامنے پیش کیے گئے ہیں، حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ کو اس کتاب کی تکمیل سے جس قدر مسرت ہوئی ہے اس کو لفظوں سے بیان نہیں کیا جاسکتا، فرماتے تھے کہ اگر خانقاہ امدادیہ میں ''اعلاء السنن'' کے سوا اور کوئی کتاب بھی تصنیف نہ ہوتی تو یہی کارنامہ اس کا اتنا عظیم الشان ہے کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی، اس میں صرف حنفیہ ہی کے دلائل حدیثیہ نہیں، بلکہ متن کتاب میں احادیثِ مویدۂ حنفیہ ہیں اور حواشی میں بڑی تحقیق اور تفتیش سے جملہ احادیث احکام کے استیعاب کی کوشش کی گئی ہے، پھر غایتِ انصاف کے ساتھ محدثانہ وفقیہانہ اصول سے جملہ احادیث پر کلام کیا گیا ہے۔

کوشش کی گئی ہے کہ ہر مسئلہ مختلف فیہا میں حنفیہ کے سب اقوال کو تلاش کیا جائے، پھر جو قول حدیث کے موافق ہو اسی کو مذہبِ حنفی قرار دیا گیا، تحقیق کامل کے بعد پورے وثوق سے کہا جاتا ہے کہ جس مسئلہ میں حنفیہ کا ایک قول حدیث کے خلاف ہوگا تو دوسرا قول حدیث کے موافق ضرور ہوگا، یاکوئی حدیث یا آثارِ صحابہ ان کے قول کی تائید میں ہوں گے۔

آپ کو حیرت ہو گی کہ ''مسئلہ مصراۃ'' میں بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ایک قول حدیث صحیح کے بالکل موافق ہے، جس کو علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے ''محلی'' میں روایت کیا ہے، ''اعلاء السنن'' میں تقلید جامد سے کام نہیں لیا گیا، بلکہ تحقیق فی التقلید سے کام لیا گیا ہے، جس مسئلہ میں حنفیہ کی دلیل کمزور تھی وہاں صاف طور سے ضعفِ دلیل کا اعتراف کیا گیا اور دوسرے مذاہب کی قوت کو تسلیم کیا گیا ہے''۔[۱]

ہم اس فصل کو علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ کے ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں جو انھوں نے ''اعلاء السنن'' کو دیکھ کر بے ساختہ کہے ہیں:

«والحق يقال، إني دهشت من هذا الجمع، وهذا الاستقصاء، ومن هذا الاستيفاء البالغ في الكلام على كل حديث بما تقضي به الصناعة متنا وسندا، من غير أن يبدو عليه آثار التكلف في تائيد مذهبه، بل الإنصاف رائده عند الكلام على آراء أهل المذاهب، فاغتبطت به غاية	حق بات کہنا پڑتی ہے، میں تو اس طرح حدیثوں کے جمع کرنے، تلاش کرنے اور پوری طرح ہر حدیث کے متن وسند پر فن حدیث کے موافق مفصّل کلام کرنے سے حیرت میں رہ گیا، پھر خوبی یہ ہے کہ اپنے مذہب کی تائید میں تکلّف کے آثار کا نام ونشان نہیں، بلکہ مذاہب کی رایوں پر انصاف کو امام بنا کر کلام کیا گیا ہے،

(۱) ماہنامہ الحسن، اشاعت خاص بیاد حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ: ص:۲۳۷، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

الاغتباط، وهذا تكون همة الرجال وصبر الأبطال، أطال الله بقائه في خير وعافية، ووفقه لتاليف أمثاله من المولفات النافعة».	مجھے اس کتاب سے بے انتہا خوشی ہوئی، ہمتِ مردانہ اسے ہی کہتے ہیں، اور بہادروں کا استقلال ایسا ہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف کو خیر وعافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے اور اس جیسی اور نافع تالیفات کی توفیق دے (آمین)۔[1]

* * * * *

(١) ماہنامہ الحسن، اشاعت خاص بیاد حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ: ص:٢٤٠، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

فصل اول

احادیث میں مذکور حضور ﷺ کے فضائل بیان کرنے چاہئیں، گھڑے ہوئے فضائل بیان نہ کریں

''حضور ﷺ کے فضائل ہم کو وہی بیان کرنے چاہئیں جو احادیث میں مذکور ہیں، وہ کیا کچھ کم فضائل ہیں، اور یہاں سے اس کی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے فضائل خود کیوں بیان فرمائے، وجہ یہ ہے کہ اگر خود حضور ﷺ بیان نہ فرماتے تو امت اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر کمالات بیان کرتی، کیونکہ محبت واعتقاد اس پر مجبور کیا کرتا ہے کہ محبوب کے فضائل بیان کئے جائیں، اور ہمارے بیان کردہ فضائل میں یہ اندیشہ غالب تھا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تحقیر وتوہین لازم آجائے گی، جیسا کہ مشاہدہ ہو رہا ہے۔

اس لئے حضور ﷺ نے اپنے سچے اور واقعی کمالات خود ہی بیان فرمادیئے تاکہ اگر کسی کو محبت وعشق کے غلبہ میں آپ ﷺ کے فضائل کے بیان کرنے کا شوق ہو، وہ ان صحیح فضائل کو بیان کر کے اپنا شوق پورا کرے، اور ان فضائل کے بیان کرنے میں کسی نبی کی توہین کا شائبہ بھی نہیں۔۔۔''۔[۱]

---

(۱) خطبات حکیم الامت: مناظرے کی خرابیاں، ۱۵۸/۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

جو کشف قرآن وحدیث کے خلاف ہو، وہ بالکل غلط ہے

''باقی اس میں شیخ ابن عربی رحمہ اللہ نے جو خاتم الولایت کے بارے میں لکھا ہے وہ بے شک بہت ہی سخت بات ہے، وہ تو اس کو صاف صاف انبیاء علیہم السلام کا استاد لکھتے ہیں جو کہ بہت موحش مضمون ہے، اگرچہ اس میں تاویل ہوسکتی ہے جس کو میں نے اپنی شرح ''فصوص '' میں لکھا ہے، مگر پھر بھی دل اس لفظ کو قبول کر نے اور ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوتا، اس لئے میں تو اس کو بالکل غلط سمجھتا ہوں : یا تو شیخ ہی کا کشف غلط ہو یا کسی نے ان کی کتاب میں یہ مضمون الحاق کر دیا ہو، اور اس میں کچھ شیخ کی بے ادبی نہیں، شیخ کا ادب یہی ہے کہ ان کو اس خرافات سے بری کیا جائے۔

علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے ''یواقیت وجواہر'' میں اس کی تصریح کی ہے کہ بعض یہودیوں نے شیخ کے کلام میں تحریف بھی کی ہے، اس لئے ان کے کلام میں جو مضمون خلافِ شریعت ہوگا ہم اس کو شیخ کی طرف ہر گز منسوب نہ کریں گے، ضرور اسے الحاق کہیں گے، اور اگر کوئی اس کو تسلیم نہ کرے تو ہم صاف یہی کہیں گے کہ شیخ کا کشف غلط ہے، اور کشفیات میں غلطی ہو جانا کوئی بعید بات نہیں، جب مطلقاً صدیق کے علوم کا اعتبار نبی کی تائید کے بغیر نہیں ہوتا تو شیخ کے علوم کا بھی اعتبار

شریعت کی تائید کے بغیر کیونکر ہوسکتا ہے۔۔۔"۔(۱)

سابقہ مضمون ایک دوسرے انداز سے

"۔۔۔اس میں متن شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کا ہے، اور شرح ایک بزرگ نے کی ہے، شیخ ابن عربی رحمہ اللہ نے صرف اتنا کہا تھا کہ اہل جہنم کو ایک مدت بعد عذاب کا احساس نہ ہوگا، ایک بزرگ شارح نے اس کی علت یہ بیان کر دی کہ ان کو اس وقت معرفت نصیب ہوجائے گی، اور معرفت کے بعد عذاب لذیذ معلوم ہوگا، جیسا کہ عارفین کو دنیا کی تکالیف اور بیماریاں اسی معرفت سے لذیذ معلوم ہوتی ہیں، مگر قواعد سے یہ متن اور شرح دونوں غلط ہیں، نصوصِ قرآنیہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو ہمیشہ عذاب کا احساس ہوگا، اور دن بدن عذاب میں زیادتی معلوم ہوگی:

﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ...﴿٥٦﴾﴾. ﴿لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿١٦٢﴾﴾. ﴿زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾﴾. (ان سے عذاب ہلکا نہ ہونے پائے گا، اور نہ اس کو مہلت دی جائے گی۔ جب ایک مرتبہ ان کی کھال جل چکے گی تو ہم اس پہلی کھال کی جگہ فوراً دوسری کھال پیدا کر دیں گے، تاکہ عذاب چکھتے رہیں۔ ان کو ہم بڑھا دیں گے عذاب پر عذاب، بدلہ میں ان کی شرارت کے) [واضح رہے کہ سابقہ ذکر کردہ تین مختلف،

---

(۱) خطباتِ حکیم الامت: یہودیوں نے شیخ ابن عربیؒ کے کلام میں تحریف کی ہے، ۲۱/۳۷۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

غیر مسلسل آیات ہیں، پہلی اور دوسری آیت کے ترجمہ میں تقدیم وتاخیر ہے]۔

ان صاف اور صریح آیات کے بعد ہر گز اس قول کی صحت قابلِ تسلیم نہیں، شیخ نے تو محض ایک کشف لکھا ہے اور دلیل کچھ بیان نہیں کی، تو ہم صاف کہتے ہیں کہ جو کشف قرآن وحدیث کے خلاف ہو وہ بالکل غلط ہے، اور شارح نے جو اس کی دلیل بیان کی ہے اس میں ان کو دھوکا ہوا ہے، وہ لذت کا مدار نفس معرفت پر سمجھتے ہیں، حالانکہ لذت کا مدار معرفت اور محبت کا مجموعہ ہے، سو ہم نے مانا کہ کفار کو ایک وقت میں معرفت نصیب ہو جائے گی۔

مگر یہاں کہاں سے معلوم ہوا کہ ان کو محبت بھی حاصل ہو جائے گی، کفار کو محبت خاک نصیب ہو گی، بلکہ عجب نہیں کہ معرفت کے بعد ان کو خدا تعالیٰ سے بغض و عداوت پہلے سے زیادہ ہو جاوے، کیونکہ جب تک کہ ان کو خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ تھی، نہ معلوم وہ اس عذاب کی وجہ اور علت کیا سمجھتے ہوں گے، اور معرفت کے بعد تو ان کو صاف معلوم ہو گا کہ حق تعالیٰ کے حکم سے ہم کو عذاب ہو رہا ہے، اور ہماری یہ تکلیف اس کی مشیت سے ہے تو اس حالت میں محبت پیدا ہو گی یا بغض زیادہ ہو گا؟ اس لئے یہ دلیل بالکل غلط ہے، اور میں تو کیا چیز ہوں جو ان حضرات کی غلطیاں نکالوں"۔[1]

---

(۱) خطبات حکیم الامت: جو کشف قرآن وحدیث کے خلاف ہو وہ غلط ہے، ۲۱/۳۸۰، ۳۸۱، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

وعظ میں رنگ بھرنے کے لئے رنگین، من گھڑت روایات بیان کی جاتی ہیں، علماء وعارفین کے نزدیک اس سے انوار نہیں بلکہ نار برستی ہے

"یہ خرابی آج کل کے جاہل واعظوں کی ہے جن کو علم تو ہے نہ ہی معتبر کتابوں سے صحیح صحیح روایتیں نکال سکیں [كذا في الأصل] اس واسطے اردو کی کتابوں میں سے جو اور رنگین مضامین یاد کر لیتے ہیں [كذا في الأصل] تاکہ وعظ میں خوب دلچسپی ہو۔ جھوٹی بات کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ اس میں [بات کے علاوہ] رنگینی خوب ہوتی ہے، اور سامعین کو نفسانی لطف خوب آتا ہے، اور بات میں رنگینی نہیں ہوتی۔ ایک ناول اٹھا کر پڑھئے جس میں کسی جنگ کے حالات ہوں، اس میں دلچسپی ہو گی، اور ایک کسی مؤرخ کے لکھے ہوئے جنگ کے حالات یا سرکاری بات پڑھئے تو اس میں دلچسپی ایسی کبھی نہ ہو گی۔

یہ "معراج نامہ" وغیرہ اسی واسطے پڑھے جاتے ہیں کہ وعظ میں رنگ آوے، جاہلوں کے نزدیک تو ان سے وعظ میں رنگ آتا ہے، اور وہ برستے ہیں، اور علماء وعارفین کے نزدیک "انوار" نہیں بلکہ "نار" برستی ہے، دلیل اس کی حدیث ہے:
«من كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار». یعنی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہ جو کوئی میری نسبت کوئی جھوٹی بات قصداً بیان کرے تو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم

میں بنا لے۔ دیکھئے! کس قدر سخت وعید ہے اور یہ حدیث کیا بتلاتی ہے؟ یہ حدیث ایسی مجلسوں میں جہاں موضوعات پڑھی جائیں نار کا بَرسنا ثابت کرتی ہے، یا انوار کا؟۔۔۔"۔ (١)

من گھڑت باتیں شریعت کے کسی فائدہ کے لئے بھی بیان کرنا بالکل غلط ہے

"بعض جاہلوں نے یہاں تک غضب کیا کہ یہ سمجھ رکھا ہے کہ موضوع باتیں شریعت کے کسی فائدہ کے لئے، یہ بیان کر دینا درست ہے، جیسے نماز کے متعلق ایسے فضائل بیان کر دیئے جائیں جن کی قرآن حدیث میں کچھ بھی اصل نہ ہو، مگر ان سے نماز پر تحریص ہوتی ہو، تو جرح نہیں۔

سمجھ لیجئے کہ یہ بالکل غلط ہے، اور اس میں دو خرابیاں ہیں: ایک تو اس وعید کو سر لینا جو ابھی بیان ہوئی یعنی : «من كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار».(جس شخص نے قصداً مجھ پر جھوٹ بولا پس چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے)، دوسرے شریعت کی طرف ایک نیا مسئلہ منسوب کرنا ہے کہ ایسا اس سے جائز ہے، نیز اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ شریعت کامل نہیں ہے، کیونکہ یہ مسئلہ شریعت میں کہیں منقول نہیں، حالانکہ شریعت اسلامی کامل و مکمل ہے: ﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾. [المائدۃ: ٣] (آج ہم نے تمہارے لئے تمہارے

---

(١) خطبات حکیم الامت: خاموشی کے منافع، ٣١٥/٢٦، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

دین کو کامل کر دیا، اور اپنی نعمت کو مکمل کر دیا) دین کو حق تعالیٰ نے کامل فرمایا ہے، اور کوئی نعمت ایسی نہیں چھوڑی جس کو پورا نہ کر دیا ہو، نعمت سے مراد دینی نعمت ہے، تو کوئی بات دین کی ایسی نہیں رہی جس کی شریعت میں کمی ہو۔۔۔"۔[1]

غلط روایتوں کو بیان کرنا ایجاد فی الدین ہے

"غلط روایتوں کو بیان کرنا در حقیقت یہ ظاہر کرنا ہے کہ دین میں اس فضیلت کے ان کی کمی رہ گئی [كذا في الأصل]، یہ ایجاد فی الدین ہے، اور تجربہ سے ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ صرف ان لوگوں کے علم اور نظر کا قصور ہے کہ ان کو واقعی فضائل نماز کے معلوم نہیں، حدیث کی کتابوں میں واقعی فضائل اتنے موجود ہیں کہ ساری عمر بیان کئے جاؤ ختم نہ ہوں، پھر کیا ضرورت ہے کہ جھوٹ بولا جائے، کیا صحابہؓ نے جب فتوحات کئے تھے تو نو مسلموں کو موضوع فضائل سے نماز کی ترغیب دی تھی، حاشا وکلاّ وہ لوگ کامل سچے تھے، اور ان کے سچ [كذا في الأصل] ہی کا یہ اثر تھا کہ ان کی ذرا سی بیان کی ہوئی فضیلت جس کے اندر گھس جاتی وہ مسلموں کو ایسا پکا نمازی بنالیتی تھی کہ خود نماز پڑھنے والا بھی چاہے کہ نماز قصداً چھوڑ دے تو نماز نہ چھوڑ سکتا تھا۔۔۔"۔[2]

---

(١) خطبات حکیم الامت: فضائل میں بھی موضوعات کو بیان کرنا جائز نہیں، ٣١٦/٢٦، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

(٢) خطبات حکیم الامت: فضائل میں بھی موضوعات کو بیان کرنا جائز نہیں، ٣١٦/٢٦، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

جھوٹے فضائل میں فطری ظلمت ہے، نیز موضوع روایتیں زبان کے بدترین گناہوں میں سے ہیں

"۔۔۔ جھوٹے فضائل میں یہ اثر کہاں؟ جھوٹی روایتوں سے اس وقت تو جوش ہوتا ہے لیکن ان میں فطری ظلمت ہوتی ہے کہ قلوب ان کو قبول نہیں کرتے، اور مجلس سے اٹھتے ہی انکا ذرا بھی اثر باقی نہیں رہتا، چنانچہ دیکھ لیجئے کہ مصنوعی وعظوں میں کیا اثر ہے، اور اہل اللہ و محققین کے وعظوں میں کیا اثر ہے۔

بعض اہل قلب کے وعظوں کی مجلس میں سے جنازے اٹھ گئے ہیں، یہ اصلی اور واقعی باتوں کا اثر ہے، مصنوعی، مصنوعی ہے اور اصلی، اصلی ہے، خوب سمجھ لیجئے کہ موضوع روایتیں اور کتابیں پڑھنا جائز نہیں، اور یہ بھی زبان کے بدترین گناہوں میں سے ہے۔۔۔"۔[1]

من گھڑت روایات لکھنے والا، پڑھنے والا، شائع کرنے والا سب گنہگار ہیں

"۔۔۔ کوئی "قصہ ماہ رمضان" پڑھتی ہے کوئی "معجزہ آل نبی" پڑھتی ہے، بلکہ آج کل عورتوں کی انتہائی تعلیم یہی کتابیں رہ گئی ہیں، ایک شخص سے کسی نے پوچھا کہ تم نے کہاں تک پڑھا ہے؟ تو کہا میں نے "سب کچھ" پڑھا ہے: "معراج نامہ"

---

(١) خطبات حکیم الامت: واقعی باتوں کا اثر، ٣١٦/٢٦، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

میں نے پڑھا ہے، ''معجزہ آل نبی'' میں نے پڑھا، ''نور نامہ'' میں نے پڑھا ہے، ''ساپن نامہ'' میں نے پڑھا، اس کا نام ''سب کچھ'' رکھا ہے۔

صاحبو! یہ کتابیں سب موضوعات ہیں، لکھنے والا گنہگار ہوا ہی، پڑھنے والا بھی گنہگار ہوتا ہے، اور ان کا شائع کرنا اور چھاپنا بھی گناہ ہے، مطبع والوں نے آج کل یہ حیلہ تراش لیا ہے کہ ہم تو اپنی محنت کے دام لیتے ہیں، راست ودروغ بر گردنِ راوی [صحیح وغلط راوی کے ذمہ ہے]، مصنف اپنی تصنیف کا خود ذمہ دار ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ایک دفعہ کسی باغی کی کوئی تصنیف کردہ کتاب یا اشتہار بھی چھاپئے، اور اگر عدالت میں یہ جواب طلب ہو تو کہہ دیجئے کہ ہم نے تو اپنی محنت کی اجرت لی ہے، راست ودروغ بر گردنِ راوی، مصنف سے جواب طلب کیا جائے ذرا میں دیکھوں کہ یہ جواب دیکھ کر مطبع والے چھوٹ جائیں گے یا نہیں؟!

جب ایک دنیا کے حاکم سے نہیں چھوٹ سکتے تو حاکمِ حقیقی سے تو چھوٹنا معلوم [كذا في الأصل]، بیبیو! کیا دنیا میں یہ موضوعات ہی کی کتابیں رہ گئی ہیں، کتابیں اچھی اور صحیح بھی تو بہت ہیں، اور اتنی موجود ہیں کہ تمام عمر بھی پڑھو تو ختم نہ ہوں، دین کی خدمت بحمد اللہ علماء نے اتنی کردی ہے کہ کافی سے بھی زیادہ کتابیں موجود ہیں، ''بہشتی زیور'' پڑھئے، بزرگوں کی حکایتیں پڑھئے''۔[1]

---

(۱) خطبات حکیم الامت: شاعر مرفوع القلم، ۲٦/۳۱۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

کسی من گھڑت روایت کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ قرآن وحدیث میں آئی ہے، افتراء علی الشرع ہے اور محض جہالت اور بدعت ہے

''اور یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ [دعائے گنج العرش] قرآن و حدیث میں آئی، افتراء علی الشرع ہے، اور محض جہالت اور بدعت ہے، ہاں! وہ دعا فی نفسہ ٹھیک ہے، لیکن جو دعائیں قرآن و حدیث میں آئی ہیں وہ اس سے بدرجہا افضل ہیں، اور عجیب بات ہے کہ قرآن و حدیث کی تو کسی دعا کی یہ فضیلت نہیں آئی کہ اس کے پاس رکھنے سے نہ تلوار اثر کرے گی نہ آگ، تو اس دعا کی یہ فضیلت کہاں سے آگئی؟ یہ اسناد اور فضائل اس دعا کے تاجروں نے تراشے ہیں، تاکہ ان کو دیکھ کر ہر شخص کو رغبت ہو، اور تجارت خوب چلے، تو اسناد اور فضائل کا تو بالکل جھوٹ اور ان اسناد کا پڑھنا اور عقیدہ رکھنا سب ناجائز، اور نفس ''دعائے گنج العرش '' بلحاظ مضمون کے جائز ہے، لیکن چونکہ اس کے پڑھنے والوں کے خیالات اس کی نسبت بہت بڑھے ہوئے ہیں، اور وہی فضائل ذہن میں جمے ہوئے ہیں جو اس کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔

اس واسطے سداً للباب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ نفسِ دعا کا پڑھنا بھی چھوڑ دیں، اس کی جگہ قرآن و حدیث کی دعائیں اس قدر موجود ہیں کہ تمام دن پڑھے جایئے، اور ایسی دعائیں ہیں کہ ان کی فضیلت کو کوئی دعا بھی نہیں پہنچ سکتی، الفاظ کی بندش ہی

کی نسبت میں کہتا ہوں کہ پڑھنے سے خود معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس کی تصنیف ہے اور یہ کس کی تصنیف ہے، ''گنج العرش'' کسی معمولی عربی دان کی تصنیف ہے، ان [یعنی آپ ﷺ] کی شان یہ ہے: «أنا فصيح العرب والعجم». (میں عرب اور عجم والوں سے زیادہ فصیح ہوں) اور ان کو حضور ﷺ کی تصنیف کہنا بھی مجازاً ہے [كذا في الأصل]، ورنہ در حقیقت وہ الہامی اور من عند اللہ ہیں، ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلۡهَوَىٰٓ ۝٣﴾ (اپنی خواہش نفسانی سے آپ گویا نہیں ہوتے) کا مصداق ہیں، پھر کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی دعا بھی ان دعاؤں کے برابر ہو سکتی ہے؟''۔[1]

آج کل مزاج پلٹ گئے ہیں کہ من گھڑت روایات ہی کو پسند کرتے ہیں، قصے بھی پڑھتے ہیں تو وہ، جو بالکل فرضی اور جھوٹ ہیں، اور سچے قصے پسند ہی نہیں آتے، یہ عجیب غلطی ہے

''علمائے متقین نے قرآن و حدیث کی دعاؤں کو جمع کر کے کتابیں بنادی ہیں، اور ان کے حصے مقرر کر دیئے ہیں تاکہ روز مرہ پڑھنے میں سہولت ہو، دو چار دفعہ ان کو پڑھئے آپ کی طبیعت خود دوسری دعاؤں کی طرف سے ہٹ جائے گی، مگر آج کل مذاق پلٹ گئے ہیں کہ موضوعات ہی کو پسند کرتے ہیں، قصے بھی پڑھتے ہیں تو وہ جو

---

(١) خطبات حکیم الامت: شریعت پر افتراء، ٣٢١/٢٦، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

بالکل فرضی اور جھوٹ ہیں، اور سچے قصے پسند ہی نہیں آتے، یہ عجیب غلطی ہے۔

حالانکہ آج کل تحقیق و تعلیم کا بہت چرچا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جھوٹے قصے پڑھنے سے کونسی تحقیق ہوتی ہے، اور عقلاء اور تعلیم یافتوں سے تعجب ہے کہ ایسے قصوں کو جھوٹا معلوم ہونے کے بعد پڑھتے ہیں، آج کل اسی قسم کی کتابیں کثرت سے بکتی ہیں، اور لوگ بڑے شوق سے خریدتے ہیں، شریعت تو شریعت لوگوں نے عقل کو بھی چھوڑ دیا ہے، بعض کتابیں علاوہ جھوٹ ہونے کے مُخَرِّبِ اخلاق بھی ہیں، جیسے: "گل بکاولی"، "بدر منیر" کو پڑھ کر کس قدر اثر اخلاق پر پڑتا ہے"۔[1]

کسی کا کلام یا کتاب سننے یا دیکھنے سے اس کے مصنف کا خفی اثر قلب پر پڑتا ہے

"۔۔۔اس کی وجہ ایک باریک بات ہے، وہ یہ کہ کسی کا کلام یا کتاب سننے یا دیکھنے سے اس کے مصنف کا خفی اثر قلب پر پڑتا ہے گو وہ کتاب ظاہراً کیسی ہی ہو، حتیٰ کہ ایک بزرگ کسی کے مکان پر گئے تھے، پوچھا کہ یہاں بڑی ظلمت محسوس ہوتی ہے کیا بات ہے؟ صاحب خانہ نے کہا کہ یہاں ظلمت کی کوئی وجہ نہیں، یہاں قرآن شریف کی تفسیر رکھی ہے، پوچھا کونسی تفسیر ہے؟ کہا کہ "تفسیر کشّاف" ہے، کہا کہ یہ اسی تفسیر کی ظلمت ہے، کیونکہ یہ ایک معتزلی کی تصنیف ہے، دیکھئے! مصنف کی قلبی ظلمات اس کتاب میں موجود تھیں، اسی طرح مصنف کے قلبی انوار بھی اس کی تصنیف

---

(۱) خطبات حکیم الامت: شریعت پر افتراء، ۳۲۱/۲۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

میں موجود ہوتے ہیں۔

پرانے عام لوگوں کے قلوب میں اتنی ظلمات نہ تھیں جتنی آج کل کے قلوب میں ہیں، اس واسطے ان کی نامناسب تصنیف میں بھی اتنی برائی نہیں جتنی آج کل کی تصانیف میں ہیں، بلکہ ایسے لوگوں کی تصانیف جو اہل دل تھے مطلق ظلمت نہیں رکھتیں، گو ان میں کیسا ہی نامناسب مضمون ہو، دیکھئے! ''یوسف زلیخا'' جامی رحمہ اللہ کی کیسی کتاب ہے، بعض جگہ اس میں ظاہراً حسن و عشق کے مضامین ہیں، خصوصاً زلیخا کا سراپا لکھنے میں تو ذرا بھی کوتاہی نہیں کی گئی، مگر آپ نے کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ اس کو پڑھ کر کسی پر برا اثر پڑا ہو، ''یوسف زلیخا'' پرانے مکتبوں میں داخل درس تھی، اور اب تک بھی ہے، مگر اس کے پڑھنے والوں میں سے کسی پر بھی بے حیائی کا اثر نہیں پڑا، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تصنیف ایک اہل دل کی ہے جن کا قلب نہایت سلیم تھا، ان کی سلامت قلب ان کے کلام کے اندر موجود ہے۔

خوب یاد رکھئے کہ جب کوئی کتاب دیکھنا ہو تو اول اس کے مصنف کے حالات معلوم کر لیجئے، جس مذاق کا وہ ہوگا وہ مذاق اس کتاب سے دیکھنے والے میں ضرور متعدی ہوگا، یہ بڑے کام کی بات ہے، آج کل کے ناول نویس خود اخلاق ذمیمہ سے بھرے ہوئے ہیں، ان کی کتابیں خواہ کسی پیرایہ میں ہوں ان کے اخلاق کو کتاب کے دیکھنے والوں میں ضرور پہنچا دیتی ہیں، یہ راز ہے اس کا کہ ناول لکھے جاتے

ہیں تہذیب اور اخلاق کے لئے، اور ہوتی ہے تخریبِ اخلاق''۔[1]

آج کل واعظین کا مزاج وہی ہے جو یہود کا مذاق تھا، ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو عوام کو حیرت میں ڈال دیں

''۔۔۔ غرض آج کل واعظین کا مذاق وہی ہے جو یہود کا مذاق تھا، ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو عوام کو حیرت میں ڈال دیں، اسی طرح آج کل کے واعظین ''شہادت نامہ'' خوب پڑھتے ہیں، تاکہ لوگ روئیں اور اس کی کچھ پروا نہیں کرتے کہ روایات صحیح ہوں یا غلط، جس جو [كذا في الأصل] جی میں آیا بیان کردیا، کیونکہ ان کا مقصود تو محض رلانا ہے۔

ایک شخص نے ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ﴾ کی تفسیر میں ''شہادت نامہ'' بیان کیا، آپ کو حیرت ہوئی ہوگی کہ ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ﴾ کی تفسیر میں ''شہادت نامہ'' کا کیا جوڑ تھا، سنئے! ان حضرت نے اس طرح جوڑ لگایا کہ یہ وہ سورت ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی، جن کے نواسے میدان کربلا میں امت ہی کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے، پس پھر سارا قصہ بیان کردیا، اس پر بعضے سننے والے کہنے لگے کہ واہ کیا ربط ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ربط نہیں بلکہ خبط ہے، جس کی وجہ سے یہ ساری تقریر

---

(۱) خطبات حکیم الامت: مصنف کی قلبی ظلمت کا تصنیف پر اثر، ۳۲۲/۲۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

قابل ضبط ہے، مگر ضبط کے معنی وہ نہیں کہ قلمبند کی جائے، بلکہ مشہور معنی مراد ہیں، یعنی یہ اس قابل ہے کہ اس کو ردی میں ڈال دیا جائے اشاعت بند کی جائے، بھلا اگر اس کا نام ربط ہے تو ایک ﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ﴾ کیا، ہر سورت کی تفسیر میں تم ''شہادت نامہ'' کو، بلکہ ہزاروں واقعات کو ٹھونس سکتے ہو، پس معلوم ہوتا ہے کہ یہود کا بھی یہی مذاق تھا جو آج کل کے ان واعظوں کا ہے، اس لئے انہوں نے عوام کو خوش کرنے کے لئے عجیب وغریب قصے گھڑ لیے تھے''۔[1]

من گھڑت روایات کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ کا نام لگا دینے سے ان کا پڑھنا جائز نہیں ہوتا، بلکہ یہ تو عین گستاخی اور معصیت ہے

''آپ ہی انصاف کیجئے کہ امتثالِ حکم ادب ہے، یا یہ ادب ہے کہ حکم کو چھوڑ کر اپنے دل میں جو کچھ آئے اس کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف منسوب کر دیا جائے؟ ''معراج نامہ'' اور ''مولد شریف'' کے رسالوں میں دیکھ لیجیے کہ کس قدر موضوعات ہیں، صرف اللہ اور رسول ﷺ کا نام لگا دینے سے ان کا پڑھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ بلکہ یہ تو عین گستاخی اور معصیت ہے کہ جھوٹ بھی لگایا تو اللہ ورسول ﷺ کے نام کے ساتھ لگایا، اول تو ان میں مضامین خلافِ شرع ہیں، اور دوسرے اور مفاسد

---

(۱) خطبات حکیم الامت: واعظین کا مذاق، ۲/ ۱۴۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

بھی ایسے موجود ہیں جن کی وجہ سے منع ہی کو ترجیح ہو سکتی ہے''۔[1]

جب تک محدثین کے نزدیک حدیث ثابت نہ ہو، ہر کتاب میں لفظِ حدیث دیکھ کر اس کے حدیث ہونے کا یقین نہ کرو

''جب تک محدثین کے نزدیک حدیث ثابت نہ ہو، ہر کتاب میں لفظِ حدیث دیکھ کر اس کے حدیث ہونے کا یقین نہ کرو، اور «أنا عرب بلاعين و أنا أحمد بلا ميم» [میں بلا عین عرب ہوں اور بلا میم احمد ہوں] اور اسی قسم کے خرافات الفاظ کو حدیثِ رسول جاننا ضلالت ہے''۔[2]

حدیث نقل کرنے میں بے احتیاطی

''**ف**: اصلاح بے احتیاطی در نقلِ حدیث: اگر حسنِ ظن کے غلبہ سے شبہ ہی نہ ہو کہ راوی حدیث غلط نقل کر رہا ہے تب تو معذوری ہے، بعض بزرگوں کو یہی بات پیش آئی ہے، جو ان کے ملفوظات ومکتوبات میں بعض بے اصل حدیثیں داخل ہو گئیں، اور اگر باوجود علماء کے تنبیہ کرنے کے برابر ان کی نقل پر اصرار ہے جیسا کہ اکثر اہل جہل کا شیوہ ہے تو کوئی وجہ معذوری کی نہیں''۔[3]

---

(۱) خطبات حکیم الامت: امتثالِ امر، ۲۶/۳۲۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

(۲) اصلاح الاغلاط والاخلاط: بست وکیم، ص: ۱۰، مطبع سلیمی، الہ آباد۔

(۳) اصلاح الاغلاط والاخلاط: ص: ۳۲، مطبع سلیمی، الہ آباد۔

بعض کتابیں جن میں بے اصل، اور گھڑی ہوئی باتیں ہیں

''دیوان اور غزلوں کی کتابیں، ''اندر سبھا''، ''قصہ بدر منیر''، ''قصہ شاہ یمن''، ''داستان امیر حمزہ''، ''گُل بکاؤلی''، ''اَلف لیلہ''، ''نقش سلیمانی''، ''فالنامہ''، ''قصہ ماہِ رمضان''، ''معجزہ آل نبی''، ''چہل رسالہ''، جس میں بعض کتابیں محض جھوٹی ہیں، ''وفات نامہ''، جس میں بعض روایتیں بالکل بے اصل ہیں، ''آرایش محفل''، ''جنگ نامہ حضرت علیؓ''، ''جنگ نامہ محمد حنیف''، ''تفسیر سورۂ یوسف''، اس میں ایک تو بعضی روایتیں کچی ہیں، دوسرے عاشقی و معشوقی کی باتیں عورتوں کو سننا پڑھنا بہت نقصان کی بات ہے، ''ہزار مسئلہ''، ''حیرت الفقہ''، ''گلدستہ معراج''، ''نعت ہی نعت''، ''دیوان لُطف''، یہ تینوں کتابیں یا جو اس طرح کی ہو نام کو تو حضرت رسول اللہ ﷺ کی تعریف ہے، مگر بہت سے مضمون ان میں شرع کے خلاف ہیں۔

''دعا گنج العرش''، ''عہد نامہ''، یہ دونوں کتابیں اور بہت سی ایسی ہی کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی دعائیں تو اچھی ہیں، مگر ان میں جو سندیں لکھی ہیں اور ان میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے نام سے بڑے لمبے چوڑے ثواب لکھے ہیں، وہ بالکل گھڑی ہوئی باتیں ہیں، ''مرآۃ العروس''، ''بنات النعش''، ''محصنات''، ''ایامی''، یہ چاروں کتابیں ایسی ہیں کہ ان میں بعضی جگہ تمیز اور سلیقہ کی باتیں ہیں، اور بعضی

جگہ ایسی باتیں ہیں کہ ان سے دین کمزور ہوتا ہے، ناول کی کتابیں طرح طرح کی، ان سب کا ایسا بُرا اثر ہوتا ہے کہ زہر سے بدتر، اخبار شہر شہر کے ان میں بہت وقت بے فائدہ خراب ہو جاتا ہے، اور بعضے مضمون بھی نقصان کے ہوتے ہیں''۔[1]

ایک دوسرے انداز سے

بعض کتابیں جن میں گھڑی ہوئی روایات ہیں

''ہمارے اطراف میں جتنی کتابیں عورتوں میں رائج ہیں سب گھڑی ہوئی ہیں، جیسے: ''سانپن نامہ'' [كذا في الأصل]، ''معجزہ آل نبی''، ''وفات نامہ''، ''معراج نامہ''، ''علی محمد''، البتہ ''معجزہ ہرنی''، صحیح ہے، اس کے علاوہ جتنی کتابیں قصوں کی ہیں، بالخصوص جن کا میں نے نام گنوا دیا ہے سب لغو ہیں، اور چھوڑ دینے کے قابل ہیں، ایک وہ مسدّس ہے جس کا ٹیپ ٹاپ کا مصرعہ یہ ہے: ؎

مری بار کیوں دیر اتنی کر دی

یہ مسدّس بھی نہایت لغو ہے اس کو بھی ہر گز نہ پڑھنا چاہیے، اس ظالم نے ابتدا سے انتہا تک خدائے تعالیٰ سے لڑائی کی ہے، کہیں انبیاء علیہم السلام کے نبوت کے مل جانے پر حسد ہے، کہیں سلاطین کی بادشاہت پر رشک ہے، اور پھر حسد کے بعد یہ شکایت ہے

(۱) بہشتی زیور: حصہ دہم، بعض کتابوں کے نام جن کے دیکھنے سے نقصان ہوتا ہے، ص: ۸۳۵، دار الاشاعت، کراچی۔

کہ مجھے کیوں نہیں ملا، یہ کتابیں ہر گز اپنے پاس یا اپنے گھر میں رکھنے کے قابل نہیں، یہ اس قابل ہے کہ اس کو بلا تامل آگ میں رکھ دینا چاہیے"۔[۱]

نئے انداز سے

بعض کتابوں کے نام جن میں جھوٹے قصے ہیں

"۔۔۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اول تو عورتیں پڑھتی ہی نہیں ہیں، اور جو لکھنا پڑھنا جانتی ہیں وہ دین کی کتابیں نہیں دیکھتیں۔ اب ان کے پڑھنے کی کیا کتابیں رہ گئی ہیں: "ساپن نامہ"، "معجزہ آل نبی" جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک جھوٹا قصہ ہے، اور "وفات نامہ" جس میں غلط روایات ہیں، اور "ہرنی نامہ" یہ قصہ صحیح ہے، مگر اس سے بھی کچھ احکام معلوم نہیں ہوتے، اور "منظوم تفسیر سورۂ یوسف" اس میں بھی بعض روایات صحیح نہیں، پھر اس میں زلیخا کے عشق کو بہت صاف صاف بیان کیا گیا ہے جس کا اثر اخلاق پر بہت بُرا پڑتا ہے۔۔۔"۔[۲]

---

(۱) اشرف الجواب: باب دوم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ایسا مبالغہ جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کی توہین ہو جائز نہیں، نیز بعض غیر معتبر رسائل کی تردید، ص: ۱۳۰، دارالاشاعت، کراچی۔

(۲) خطبات حکیم الامت: طریق معمول دین کامل، ۲۰/۸۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

نئے انداز سے

سیرت پر مشتمل ایک کتاب جس میں بعض غلط باتیں ہیں

"۔۔۔ چنانچہ ایک سیرتِ نبویہ اس زمانہ میں بہت شائع ہو رہی ہے اور لوگ اس پر بہت فریفتہ ہیں، لیکن اس کی حالت یہ ہے کہ ایک جگہ رسول اللہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے اس میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ میں جو کمالات تھے وہ کسی نبی میں نہ تھے، چنانچہ نوح علیہ السلام میں شفقت ورحمت کا مادہ نہ تھا، کیونکہ انہوں نے یہ دعا کی تھی: ﴿رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى ٱلۡأَرۡضِ مِنَ ٱلۡكَٰفِرِينَ دَيَّارًا ۝٢٦﴾. (سورۂ نوح، آیت نمبر: ۲۶) (ترجمہ: اے میرے پروردگار! کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ) اور عیسی علیہ السلام میں تمدن وسلطنت کا سلیقہ نہ تھا، استغفر اللہ، دیکھئے! اس ظالم نے نوح علیہ السلام کو شفقت ورحمت سے، اور عیسی علیہ السلام کو تمدن وسلطنت کے سلیقہ سے خالی بتایا، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔۔۔"۔[1]

* * * * *

---

(۱) خطبات حکیم الامت: مناظرے کی خرابیاں، ۱۵۵/۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

نئے انداز سے

مولد کی روایتیں اور کتابیں اکثر غلط روایتوں سے بھری ہوئی ہیں

''روایتیں اور کتابیں مولد کے بیان کی، اکثر غلط روایتوں سے بھری ہوئی ہیں، ان کا پڑھنا اور سننا سب گناہ ہے''۔(۱)

غیر معتبر کتابوں کے پاس مت پھٹکو

''نظم کی کتاب گھر میں رکھو ہی مت، غیر معتبر کتابوں کے پاس مت پھٹکو، ان سے نفع نہیں ہوتا اور نقصان ہی ہوتا ہے، کیونکہ عورتوں میں خوش اعتقادی کا مادہ بہت ہوتا ہے، خصوصاً کتابوں پر تو بہت جلد ایمان لے آتی ہیں، تو اگر کوئی غیر معتبر کتاب گھر میں ہوگی تو گھر کی بی بی کو یا اور آنے جانے والی کسی بی بی کو یا آئندہ آنے والی نسلوں کو نقصان پہنچے گا''۔(۲)

*****

(۱) بہشتی زیور: حصہ ششم، ربیع الاول یا اور کسی وقت میں مولد شریف کا بیان، ص:۵۰۷، دار الاشاعت، کراچی۔

(۲) خطبات حکیم الامت: عورتوں کی خوش اعتقادی، ۲۶/ ۳۲۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

ہر کتاب کا سچا ہونا ضروری نہیں

''عورتوں کی خوش اعتقادی کی یہ حالت ہے کہ بعضی بیبیاں جب کوئی بات بیان کرتی ہیں اور ان سے کہا جائے کہ یہ بات غلط ہے تو کہتی ہیں غلط کیوں ہوتی [كذا في الأصل]، میں نے کتاب میں پڑھی ہے، کیا کتابیں بھی جھوٹی ہیں؟ گویا ان کے نزدیک ہر کتاب کا سچا ہونا لازم ہے۔ میں بتائے دیتا ہوں کہ یہ خیال غلط ہے، دیکھو! کافروں کے پاس کتنی کتابیں ہیں، جن میں شرک اور تثلیث تک کی باتیں لکھی ہوئی ہیں کہ وہ بھی سچی ہیں[كذا في الأصل]''۔[1]

آج کل کا مزاج تو یہ ہوگیا ہے کہ جو بات کسی کو معلوم ہوئی، اسی کی کتاب بنالی

''اور آج کل کا مذاق تو یہ ہو گیا ہے کہ جو بات کسی کو معلوم ہو اسی کی کتاب بنالی، بکری پالنے کی کتاب، بھینس پالنے کی کتاب، ایسی ایسی کتابیں چھپی ہوئی موجود ہیں جن سے چھاپنے والے روپیہ کماتے ہیں، آج کل جب مال داخل سرِشت [خصلت] ہوگیا ہے، جس طرح ہو سکے سچ سے جھوٹ سے عیب سے ہنر سے روپیہ کماتے ہیں۔

---

(۱) خطبات حکیم الامت: عورتوں کی خوش اعتقادی، ۲۶/۳۲۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

زبانی جھوٹ میں تو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ کوئی غلطی نہ پکڑ لے، اور کتاب لکھنے میں اس سے امن ہے، کتاب میں جو چاہو لکھ دیا، اور اچھی ضخامت کی کتاب جلد تیار کر دی،اور اشتہار خوب نمکین چھاپ دیا بس کچھ نہ کچھ رقم کھڑی [كذا في الأصل] ہو ہی گئی، اس میں اگر جھوٹ اور فریب بھی ہوا تو بعد خرید لینے کے کوئی کیا کر لے گا، بہت سے بہت دو چار گالیاں دے کر خاموش ہو جائے گا"۔[۱]

روایات وحکایات میں بے انتہا احتیاط کریں

"روایات وحکایات میں بے انتہا احتیاط کریں، اس میں بڑے بڑے دیندار اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں، خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں"۔[۲]

* * * * *

(۱) خطبات حکیم الامت: عورتوں کی خوش اعتقادی، ۳۲۷/۲۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

(۲) تنبیہات وصیت: ص: ۱۹، یہ مطبوع نسخہ ہے، دار العلوم، کراچی، کورنگی میں رقم: ۲۷۳.۶۱ پر موجود ہے۔

فصل ثانی

روایت نمبر: ۱

روایت: «لولاك لما خلقت الأفلاك» (اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) ظاہراً موضوع معلوم ہوتی ہے

سوال(۸۰) آنحضرت ﷺ باعثِ ایجادِ عالم ہیں یا نہیں، اور حدیث: «لولاك لما خلقت الأفلاك» پایہ ثبوت کو پہنچی ہے یا نہیں، اور یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟

الجواب: آپ کی اولیتِ خلق تو بعض روایات سے معلوم ہوتی ہے، جیسا بعض رسائل میں بحوالہ ''مواہب لدنیہ'' بتخریج عبد الرزاق رحمہ اللہ بروایت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما خود حضور ﷺ کا ارشاد منقول دیکھا گیا ہے کہ سب سے اول حق تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، اھ لیکن یہ حدیث مذکور فی السوال کہیں نظر سے نہیں گذری، اور ظاہراً موضوع معلوم ہوتی ہے، واللہ اعلم۔[1]

---

(۱) امداد الفتاویٰ: کتاب ما یتعلق بالحدیث، تحقیق حدیث: لولاک لما خلقت الافلاک، ۵/۹۰، مکتبہ دار العلوم، کراچی۔

ایک دوسرے انداز سے

روایت: «لولاك لما خلقت الأفلاك» یہ حدیث ان الفاظ سے نہیں ملی، مگر اس کا مضمون ایک دوسری حدیث سے ثابت ہے

حدیث: «لولاك لما خلقت الأفلاك». میں [حضرت تھانوی رحمہ اللہ] کہتا ہوں کہ یہ حدیث ان الفاظ سے نہیں ملی، مگر اس کا مضمون اس حدیث سے ثابت ہے جس کو دیلمی رحمہ اللہ نے ''مسند الفردوس'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قسم ہے اپنی عزت وجلال کی (اے محمد)! اگر آپ نہ ہوتے میں دنیا کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے میں جنت کو پیدا نہ کرتا''۔

اور اس حدیث کو ''مواہب'' میں ابن طغریک [اصل میں اسی طرح ہے اور مواہب کے دستیاب نسخے میں طُغُرُبک ہے] کی طرف منسوب کرکے اس لفظ سے وارد کیا ہے کہ اگر وہ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا، یہ آدم علیہ السلام سے خطاب کیا گیا، اور نہ آسمان کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو پیدا کرتا، اسی طرح کہا ہے علامہ محمد مراد مکی رحمہ اللہ نے ''مکتوبات مجدیہ'' کی عربی میں دفتر اول کے حصہ ثانیہ کے حاشیہ میں اور اس سے زیادہ میرے

رسالہ ''طرائف وظرائف'' میں ہے''۔[١]

روایت نمبر: ٢

محفل میلاد میں، روحِ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا اعتقاد، جناب سرور ﷺ پر افتراء محض ہے

سوال (٢٤٠) قیام مولد شریف کیاہے، قیام وعدم قیام کی دلیل چاہئے، اور بعض فرماتے ہیں، وقت قیام روح رسول اللہ ﷺ کی خود محفل میں آتی ہے جواب اس کا عطاء ہو۔

الجواب: اول تو اس محفل مولد میں جوکہ آج کل رائج ہے، خود کلام ہے، اس میں بہت سی خرابیاں ہیں: أوّلاً ثانياً ثالثاً رابعاً خامساً أعني ما ذكرت سابقا في المسألة السابقة على السابقة على هذا، فلينظر ثمّه. پھر قیام توسب سے بڑھ کر ہے اور خصوصاًیہ سمجھ کرکہ روح رسول اللہ ﷺ کی، محفل میں تشریف لاتی ہے، اور آپ ﷺ ہمارے قیام سے خوشنود ہوتے ہیں۔

---

(١) التشرف: ص:٥٠، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف: حدیث لولاک لماخلقت الافلاک، ص: ١٥٤، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

علامہ صغانی ؒ نے ''موضوعات'' (ص:٥٢) میں، حافظ ابن الجوزیؒ نے ''کتاب الموضوعات'' (١/ ٢٨٨) میں، حافظ ابن تیمیہؒ نے ''مجموع الفتاوی'' (١٨١/٢ — ١٨٥) میں، حافظ ذہبیؒ نے ''تلخیص المستدرک'' (٢/ ٦١٥) میں، حافظ ابن عراقؒ نے ''تنزیہ الشریعہ'' (١/ ٣٢٤) میں اور علامہ عبد الحی لکھنویؒ نے ''الآثار المرفوعہ'' (ص:٤٤) میں اس روایت کو من گھڑت کہاہے۔

اور خیر، قطع نظر اس سے کہ آپ ﷺ کو اپنے لئے قیام پسند تھا یا نہیں، خود اس تشریف آوری کے دعوے پر کوئی دلیل نہیں، کسی آیت سے ثابت نہیں، کسی حدیث میں نہیں کوئی دیکھتا نہیں، پھر کہاں سے معلوم ہوا کہ آپ تشریف لاتے ہیں، یہ جناب سرور ﷺ پر افتراء محض ہے، «من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار» الحديث، جیسا نا کہی ہوئے قول کو [كذا في الأصل] آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا حرام ہے، اسی طور پر نا کیا ہوا فعل بھی آپ ﷺ کی جانب منسوب کرنا حرام ہے۔۔۔"۔[1]

روایت نمبر: ۳

اذان میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں

سوال (۲۴۲) کیا فرماتے علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت مؤذن اقامت میں أشهد أنّ محمدا رسول الله بولے تو سننے والا دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں، اگر رکھنا ہے تو آیا جائز، آیا مستحب، آیا واجب، آیا فرض ہے، اور جو شخص اس کا مانع ہووے اس کا کیا حکم ہے، اور اگر نہیں رکھنا ہے تو آیا مکروہ تحریمہ، آیا حرام ہے؟ اور مرتکب اس فعل کا ہووے اور اس کا جو حکم کرے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) امداد الفتاویٰ: کتاب ما یتعلق بالحدیث، قیام مولد شریف، ۲۶۳/۵، مکتبہ دار العلوم، کراچی۔

جدید یہ کہ اذان پر قیاس کرکے تحریر نہ فرماویں، بلکہ درصورتِ جواز یا عدم جواز کسی معتبر سے عبارت نقل کرکے تحریر فرمادیں؟

الجواب: اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، اورجو کچھ بعضے لوگوں نے اس بارہ میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں، چنانچہ شامی رحمہ اللہ بعد نقل عبارت کے لکھتے ہیں: «وذكر ذلك الجَرَّاحِي [أي: إسماعيل العجلوني] وأطال، ثم قال: ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيء» انتهى. جلد اول،ص: ٢٦٧، مگراقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجودنہیں،پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت چومنے سے بھی زیادہ بدعت اور بے اصل ہے،اسی واسطے فقہاء نے اس کابالکل انکار کیاہے، یہ عبارت شامی رحمہ اللہ کی ہے: «ونقل بعضهم أن القهستاني كتب على هامش نسخته أن هذا مختص بالأذان، وأما في الإقامة فلم يوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع». ١٢جلداول،ص: ٢٦٧ ایضاً[كذا في الأصل]۔

سوال (٢٤٣) اذان کے وقت محمد رسول اللہ کہنے پر ہاتھ چومنا کیسا ہے؟ ایک بزرگ نے فرمایا آنکھوں میں لگانے سے دُکھتی نہیں۔

الجواب: اذان کےوقت جو عادت ہے انگوٹھوں کے چومنے کی، یہ فی نفسہ آشوبِ چشم کاعمل تھا، لیکن لوگ اس کو ثواب اور تعظیم اسم مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سمجھ کر کرتے ہیں اس لئے بدعت ہے، اور اگر اعتقاد نہ ہو تو دوسرے کو شبہ پڑے گا، اس لئے درست نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ایضاً [كذا في الأصل]

سوال (۲۴۴) تقبیل الابہامین یعنی بوقت کہنے مؤذن کے، أشهد أن محمدا رسول الله بنام محمد ﷺ ناخن دونوں انگوٹھوں کے چوم کر آنکھوں پر رکھنے بدعت ہیں یا سنت؟ اگر اس کی کوئی اصل ہو وہ حدیث یا اثر جس قدر تعداد میں ذہن مبارک میں ہوں بقید نام کتاب، حدیث، باب وفصل وصفحہ، مرقوم فرما کر ممنون ومشکور فرمادیں، ایک دفعہ کسی صاحب نے اس کے متعلق دو حدیثیں دو کتابوں سے پیش کی تھیں، اگرچہ ضعیف تھیں لیکن کتابیں یاد نہیں رہیں، للہ جواب سے جلدی سرفرازی عطافرماویں۔والسلام علی من اتبع الہدیٰ، نیز اگر وہ حدیثیں ضعیف ہوں تو ارشاد ہو کہ ان پر عمل کرنے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: ''مقاصد حسنہ'' سخاوی رحمہ اللہ میں ان روایات کی تحقیق ہے، ان کا مضمون صرف یہ ہے کہ یہ عمل ہے رَمَد، یعنی آشوبِ چشم [آنکھ دکھنے] کا، مگر اب لوگ اس کو دین سمجھ کر کرتے ہیں، تو بدعت ہوناظاہر ہے، اور صحیح نیت پر بھی تشبہ ہے اہل بدعت کے ساتھ، اس لئے ترک لازم ہے۔[1]

(١) امدادالفتاویٰ: کتاب ما یتعلق بالحدیث، تقبیل ابہامین دراقامت واذان برنام مبارک ﷺ، ۲٦٧/٥، مکتبہ دارالعلوم، کراچی۔

ایک دوسرے انداز سے

روایت: ''اذان میں انگلیاں چوم کر دونوں آنکھوں پر پھیرنا''، مرفوع (آپ ﷺ کا قول) کے باب میں اس سے متعلق کوئی روایت بھی صحیح نہیں

حدیث: جب موذن اذان میں «أشهد أن محمد رسول الله» کہے اس کو سن کر زبان سے یہ کہے: «أشهد أن محمد عبده ورسوله، رضيت بالله ربا وبالإسلام دينا و بمحمد ﷺ نبينا». اور شہادت کی دو انگلیوں کے پوروں کے اندرونی حصہ کو چوم کر دونوں آنکھوں پر پھیر لے۔

میں [حضرت تھانوی رحمہ اللہ] (اس کے متعلق) کہتا ہوں کہ صاحب ''مقاصد'' [حافظ سخاوی رحمہ اللہ] اس باب میں کئی قسم کی روایات لائے ہیں: ایک مرفوع، دیلمی رحمہ اللہ سے، وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اس کو ذکر کرکے کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں، اور (علی الاطلاق) یہ بھی کہا ہے کہ مرفوع کے باب میں ان روایات کے متعلق کوئی روایت بھی صحیح نہیں۔

دوسری قسم جو خضر علیہ السلام سے منقول ہے، ابو العباس احمد بن ابی بکر رَدّاد یمانی صوفی رحمہ اللہ کی کتاب ''موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ'' سے ایسی سند سے جس میں بہت سے مجہول راوی ہیں، اور اسی کے ساتھ انقطاع بھی ہے (پس یہ بھی صحیح نہ

ہوئی)۔ تیسری قسم جو حضرت حسن رحمہ اللہ پر موقوف ہے، فقیہ محمد بن سعید خَولانی رحمہ اللہ سے ان کی سند کے ساتھ۔

چوتھی قسم جو مشائخ سے خود ان کے اقوال منقول ہیں، جیسے محمد بن بابا اور مجدٗ جو ایک قدیم مصری ہیں اور بعض شیوخ عراق یا عجم کے، اور ابن صالح اور محمد بن ابی نصر بخاری (یہ چار قسمیں ہوئیں ان میں سے) قسم اول (یعنی مرفوع) میں تو اس عمل کی فضیلت میں یہ وارد ہوا ہے کہ "میری شفاعت اس کے لئے ثابت ہو گی"، اور باقی روایات میں صرف یہ ہے کہ اس کی آنکھیں آشوب [آنکھ دکھنے] اور کوری [اندھے پن] سے محفوظ رہیں گی اور اگر درد ہو تو جاتا رہے گا۔

یہ خلاصہ ہے "مقاصد" کے مضمون کا، باقی رہا اس کا حکم سو (قواعد شرعیہ سے) ظاہر ہے وہ یہ کہ اگر یہ عمل باعتقادِ ثواب (اور دین کا کام سمجھ کر) کیا جائے جس کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہوئی تو بدعت اور زیادت فی الدین ہے (کیونکہ غیر دین کو دین سمجھنے کا یہی حکم ہے) اور اس زمانہ میں جو لوگ یہ عمل کرتے ہیں انہیں [اصل میں اسی طرح ہے] اکثر کا (عام طور سے) یہی اعتقاد ہے، سو اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں، اور اگر صحتِ بدنیہ (یعنی حفاظت چشم) کی نیت سے کیا جائے، وہ ایک قسم کی طبّی تدبیر ہے سو وہ فی نفسہ جائز ہے، (کیونکہ یہ اعتقاد فاسد نہیں) لیکن اگر یہ سبب ہو جائے ایہامِ قربت کا، جیسا عوام زمانہ سے یہی احتمال غالب ہے تو

اس سے مطلقاً (بطور انتظام واجب کے) منع کیا جائے گا۔[1]

روایت نمبر: ۴

روایت: ”میں اس بات پر خدا کا شکر کرتا ہوں کہ وہ میری رسالت اور علی رضی اللہ عنہ کی ولایت سے راضی ہے“، یہ بالکل غلط روایت ہے

قول چہارم: بعض کتب سے نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت نے «من كنت مولاه فعليّ مولاه» [میں جس کا مولیٰ ہو، علی رضی اللہ عنہ اس کا مولیٰ ہے] فرمایا تو یہ آیت ﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ﴾ إلخ [آج ہم نے تمارے لئے تمھارے دین کو مکمل کر دیا ہے الخ] نازل ہوئی، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا کا شکر کرتا ہوں میں اِکمال دین، اتمام نعمت پر اور اس بات پر کہ وہ میری رسالت اور علی رضی اللہ عنہ کی ولایت سے راضی اور خوشنود ہوا، انتہی کلامہ۔

جواب: بالکل غلط روایت ہے، کیونکہ ”صحیح بخاری“ میں بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ”ترمذی“ میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما (کلاہما فی

---

(۱) التشرف: ص:۱۱۲، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف: مسح العینین کی تحقیق، ص: ۱۸۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

حافظ سخاویؒ کے اس کلام پر کہ ”اس باب میں کوئی بھی مرفوع روایت صحیح نہیں ہے“، ملا علی قاریؒ نے ”اسرار المرفوعہ“ (ص:۳۰۶) میں، اور علامہ محمد بن اسماعیل عجلونیؒ نے ”کشف الخفاء“ (۲۴۱/۲) میں اکتفاء کیا ہے، نیز محمد بن محمد درویش الحوتؒ نے ”اسنی المطالب“ (رقم:۱۳۰۴) میں، اور علامہ احمد بن عبدالکریم غزیؒ نے ”الجد الحثیث“ (رقم:۴۵۰) میں یہی کہا ہے اس باب میں کوئی بھی مرفوع روایت ”صحیح“ نہیں ہے۔

کتاب التفسیر) تصریح ہے کہ آیت ﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ﴾ یوم عرفہ میں نازل ہوئی، اور رسول اللہ ﷺ اس وقت عرفات میں تھے، اور قصہ غدِیر [جس میں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر یہ ارشاد فرمایا تھا: من كنت مولاه فعلي مولاه] کا وہاں سے واپس ہونے کے وقت ''جحفہ'' میں واقع ہوا، پس بوجہ معارضہ حدیثِ صحیح کے یہ روایت بالکل غلط سمجھی جاوے گی۔[1]

* * * * *

---

(١) امداد الفتاویٰ: کتاب العقائد والکلام، رفع شبہات شیعہ متعلقہ فضائل علیؓ، ٦/١٣٤، مکتبہ دار العلوم، کراچی۔

زیرِ بحث روایت کو حافظ ابن جوزیؒ نے بھی ''العلل المتناہیہ'' (١/ ٢٢٧) میں حدیثِ صحیح کے معارض قرار دیا ہے، حافظ جوزقانیؒ نے ''الاباطیل والمناکیر'' (الرقم: ١٤٧) میں اسے باطل کہا ہے، نیز حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی ''تفسیر'' (٥/ ٥٤) میں کہا ہے کہ آیت مذکورہ یومِ عرفہ میں، قصہ غدِیر خُم سے پہلے نازل ہوئی ہے، اور یہ کہنا ''صحیح'' نہیں ہے کہ یہ آیت قصہ غدِیر خُم کے وقت نازل ہوئی ہے، اور علامہ آلوسیؒ نے ''روح المعانی'' (٦/ ٦١) اسے صراحتاً "افتراء" قرار دیا ہے، علامہ آلوسیؒ کی عبارت ملاحظہ ہو: «وأخرج الشيعة عن أبي سعيد الخدري أن هذه الآية نزلت بعد أن قال النبي ﷺ لعلي كرم الله وجهه في غدير خُمّ: من كنت مولاه فعلي مولاه. فلما نزلت، قال عَلَيۡهِ ٱلصَّلَاةُ وَٱلسَّلَامُ: الله أكبر على إكمال الدين وإتمام النعمة ورضاء الرب برسالتي وولاية علي كرم الله وجهه بعدي. ولايخفى أن هذا من مفترياتهم، وركاكة الخبر شاهدة على ذلك في مبتدأ الأمر، نعم ثبت عندنا أنه صلى الله تعالى عليه وسلم قال في حق الأمير كرم الله تعالى وجهه هناك: من كنت مولاه فعلي مولاه. وزاد على ذلك كما في بعض الروايات، لكن لادلالة في الجميع على مايدعونه من الإمامة الكبرى والزعامة العظمى...».

روایت نمبر: ۵

روایت: ”جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کردو“، من گھڑت ہے

قول دہم: قال: النبي ﷺ: «إذا رأيتم معاوية على منبري فاقتلوه».
[آپ ﷺ نے فرمایا: جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کردو] (منقول از فردوس دیلمی کنوز الحقائق) انتہی۔

جواب: ”بستان المحدثین“ میں دیلمی کو تُودۂ [ڈھیر] موضوعات لکھا ہے۔(۱)

جمعہ کے دن زہرہ کے نام کی نماز، سراسر تہمت ہے

سوال(۱۴) زہرہ کون تھی اور جمعہ کے دن اس کے نام کی نماز کیوں پڑھی جاتی ہے؟

جواب: زہرہ کی تاریخ بتانا اہل اسلام کے ذمہ ضروری نہیں اور نہ کوئی اس کے نام کی نماز پڑھتا ہے، سراسر تہمت ہے۔(۲)

---

(۱) امداد الفتاویٰ: کتاب العقائد والکلام، رفع شبہات شیعہ متعلقہ فضائل علیؓ، ۶/۱۳۶، مکتبہ دار العلوم، کراچی۔
اس روایت کو حافظ جوزقانیؒ، حافظ خطیب بغدادیؒ، حافظ ابن جوزیؒ، حافظ عقیلیؒ، حافظ ابن عدیؒ، حافظ ذہبیؒ، حافظ سیوطیؒ، حافظ ابن عرّاق نے من گھڑت کہا ہے، دیکھئے: ”اللآلی المصنوعہ“(۱/ ۳۸۸) اور ”تنزیہ الشریعہ“(۲/ ۸)۔

(۲) امداد الفتاویٰ: کتاب العقائد والکلام، ۶/۱۶۶، مکتبہ دار العلوم، کراچی۔

روایت نمبر: ۷

روایت: ''حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زیارت سے منع فرما دیا تھا''، بے اصل ہے

سوال (۲۰۱) میرے یہاں دختر تولد ہوئی ہے جس کا بخیالِ حصولِ سعادت میں نے ایک صحابیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ہندہ رکھا ہے، ایک بزرگ نے بیان کیا کہ یہ وہ مبغوض صحابیہ ہیں جنہیں بعد قبولِ اسلام بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جمال جہاں آرا کی زیارت سے حکماً محروم فرمایا دیا تھا کہ اسے دیکھ کر حمزہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی یاد تازہ ہو جائے گی، اور بمقتضائے بشریت آپ کو تکلیف ہوگی، روایتِ مذکورہ اگر صحیح ہے تو کیا ایسی مبغوضہ صحابیہ کے نام رکھنے میں کوئی شرعی قباحت لازم آتی ہے اور مسلمانوں کو تبرکاً اس نام کا اعادہ اپنے گھروں میں کرنا رَوَا ہے؟

الجواب: اول تو یہ روایت کہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زیارت سے منع فرما دیا تھا، نظر سے نہیں گذری، البتہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے باب میں یہ ممانعت ''بخاری''میں ہے،ان بزرگ سے اس کا حوالہ پوچھا جاوے۔

دوسرے شیخین رحمہما اللہ کی روایت میں حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا اور نفقہ کا مسئلہ پوچھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

جواب ارشاد فرمانا: «خذي مايكفيك وولدك بالمعروف». [دستور کے مطابق، جو نفقہ تمہیں اور تمھارے بچوں کے لئے کافی ہو،وہ تم لے سکتی ہو] مذکور ہے، جو اس روایت کے معارض ہے۔

تیسرے کتب اسماء الرجال ''تقریب'' وغیرہ میں یہی نام حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذکور ہے،جن کا محبوب ہونا معلوم ہے۔

چوتھے ان سب سے قطع نظر نام کا مبغوض ہونا تو ثابت نہیں، غرض ہر طرح سے یہ دعویٰ بے اصل ہے،اورنام رکھنے میں کسی قسم کا محذور [منع] نہیں، فقط۔(۱)

روایت نمبر: ۸

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے ابو شحمہ پر حد نافذ کرنے کا مشہور قصہ موضوع وباطل ہے، صحیح واقعہ دوسرا ہے

سوال (۵۳۰) ایک قصہ درمیان واعظین کے مشہور ومعروف ہے جس کی صحت کی ضرورت ہے، اس واسطے حضور کو تکلیف دیتا ہوں، مع حوالہ کتاب کے جواب باصواب سے مشرف فرمایا جاؤں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوئی بیٹے اُسامہ نامی تھے حافظ قرآن، ان پر کسی عورت نے دعویٰ زنا کیا تھا، اور اس سے بچہ پیدا

(۱) امدادالفتاویٰ: کتاب جائز وناجائز یامکروہ افعال واستعمال، ہندہ نام رکھنا، ۱۵۸/۴، مکتبہ دارالعلوم، کراچی۔

ہوا، جس کو بر سرِ اجلاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رُو برو رکھ دیا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ثبوتِ زنا ہونے پر اُسامہ کے دُرّے لگائے، پورے دُرّے نہ ہونے پائے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا، بقیہ دُرّے اس کے قبر پر یا لاش پر مارے۔

رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت اُسامہ جنت الماویٰ کے اندر قرآن شریف پڑھتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے باپ! اگر آپ بقیہ دُرّے نہ مارتے تو مجھ کو ہر گز یہ مقام نصیب نہ ہوتا۔ اور زیادہ لمبا چوڑا قصہ ہے، یہ مختصر عرض کیا گیا، لہٰذا یہ قصہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب: اس قسم کا قصہ جن کا مشہور ہے ان کا نام ابو شحمہ ہے، اور قصہ اس طرح منقول نہیں جیسا سوال میں لکھا ہے، اور طرح منقول ہے، مگر محدثین رحمہم اللہ نے اس کو موضوع وباطل کہا ہے، چنانچہ ''اللآلی المصنوعہ'' جلد ثانی، کتاب الاحکام والحدود میں یہ روایت شِیرُوَیہ شہر یار رحمہ اللہ کی سند سے نقل کر کے کہا ہے: «موضوع، فيه مجاهيل، قال الدارقطني: حديث مجاهد عن ابن عباس رضي الله عنهما في حديث أبي شحمة ليس بصحيح. وقد روي من طريق عبد القدوس بن الحجاج، عن صفوان، عن عمر، وعبد القدوس يضع، وصفوان بينه وبين عمر رجال».

اور اس کے بعد اس کی جس قدر اصل ہے اس کو اس طرح نقل کیا ہے:

«والذي ورد في هذا ما ذكره الزبير بن بكار وابن سعد في الطبقات وغيرهما: أن عبد الرحمن الأوسط من أولاد عمر، ويكنى أبا شحمة، كان بمصر غازيا، فشرب ليلة نبيذا فخرج إلى السكة، فجاء إلى عمرو بن العاص فقال: أقِم عليّ الحد، فامتنع، فقال له: إني أخبر أبي إذا قدمت عليه، فضربه الحد في داره ولم يخرجه، فكتب إليه عمر يلومه ويقول: ألا فعلت به ما تفعل بجميع المسلمين، فلما قدم على عمر ضربه، واتفق أنه مرض فمات».[1]

[خلاصہ یہ کہ اس قصہ میں ابو شحمہ کی جانب زنا کو منسوب کرنا، نیز یہ کہنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ان کو کوڑے مارے، حتیٰ کہ ان کے مرنے کے بعد ان کی قبر پر بقیہ کوڑے مارے، یہ سب من گھڑت ہے، البتہ صرف اتنا ثابت ہے کہ مصر میں ابو شحمہ نے نبیذ پی لی تھی، جس میں نشہ تھا، آپ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا کہ مجھے اس پر کوڑے لگائے جائیں، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے اندر انھیں کوڑے لگوائے، اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ناپسند کیا کہ ابو شحمہ کو عام مسلمانوں کی طرح برسرِعام کوڑے کیوں نہیں مارے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مدینہ میں دوبارہ

---

(١) امداد الفتاویٰ: کتاب مسائل شتیٰ، موضوع بودن قصہ ابو شحمہ پسر حضرت عمرؓ، ۴/۶۷۴، مکتبہ دار العلوم، کراچی۔
اس روایت کو مذکورہ مشہور تفصیل کے ساتھ حافظ جُوزَقانیؒ نے ''الاباطیل والمناکیر'' (ص: ٢٩٠) میں، حافظ ابن جوزیؒ نے ''الموضوعات'' (٣/ ٢٦٩) میں، حافظ ذہبیؒ نے ''تلخیص الموضوعات'' (ص: ٣٥٨) میں، حافظ ابن حجرؒ نے ''الاصابہ'' (٧/ ١٠١) میں، حافظ سیوطیؒ نے ''اللآلی المصنوعہ'' (٢/١٩٤) میں، حافظ ابن عرّاق نے ''تنزیہ الشریعہ'' (٢/٢٢٠) میں من گھڑت کہا ہے۔

برسرِ عام کوڑے مارے، بعد میں اتفاق سے ابو شحمہ طبعی طور پر بیمار ہو گئے اور ان کا انتقال بھی ہو گیا، یہ نہیں کہ کوڑے لگنے سے انتقال ہوا ہے، لیکن لوگوں نے اس واقعہ کے ساتھ دیگر من گھڑت باتیں چسپاں کر کے مشہور کر دیں]۔

روایت نمبر: ۹

امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے ما بین نفرت پر مشتمل یہ مضامین شنیعہ من گھڑت معلوم ہوتے ہیں

سوال (۵۲۷) مولوی صاحب کی خدمت میں ایک عبارت نقل کرتا ہوں اس کا محمل حَسَن کیا ہے، جب سے اس کا مطالعہ کیا ہے اتنے خلجان فاسد پیدا ہو گئے ہیں جن کو بیان نہیں کر سکتا، امید ہے کہ جواب باصواب سے عزت بخشیں؟

''شرح السیر الکبیر''، جلد اول از صفحہ ۲ تا ۴، دیباچہ للامام السرخسی رحمہ اللہ:

«اعلم بأن السير الكبير آخر تصنيف صنفه محمد رحمه الله في الفقه، ولهذا لم يروه عنه أبو حفص رحمه الله تعالى لأنه صنفه بعد انصرافه من العراق، ولهذا لم يذكر اسم أبي يوسف رحمه الله تعالى في شيء منه، لأنه صنفه بعد ما استحكمت النفرة بينهما، فكلما احتاج إلى رواية حديث عنه قال: أخبرني الثقة، وهو مراده حيث ذكر هذا اللفظ.

وأصل سبب تلك النفرة على ما حكى المعلى، قال: جرى ذكر محمد رحمه الله في مجلس أبي يوسف رحمه الله فأثنى عليه، فقلت له: مرة تقع فيه ومرة تثني

عليه؟ فقال: الرجل محمود. وذكر ابن سماعة أن أبا يوسف رحمه الله في أول ما قلد القضاء كان يركب كل يوم إلى مجلس الخليفة، فيمر به طلبة العلم، فيقول أبو يوسف رحمه الله: إلى أين تذهبون؟ فيقال له: إلى مجلس محمد رحمه الله، فقال: أو بلغ من قدر محمد رحمه الله أن يختلف إليه؟ والله لأفقهن حجامين بغداد [كذا في الأصل] وبقالها، وعقد مجلس الإملاء لذلك، ومحمد رحمه الله مواظب على الدرس، فلما كان في آخر حال أبي يوسف رحمه الله رأى الفقهاء يمرون بكرة، فقال: إلى أين تذهبون ؟ فقالوا: إلى مجلس محمد رحمه الله.قال: اذهبوا فان الفتى محسود.

وسببها الخاص ما يحكى أنه جرى ذكر محمد رحمه الله في مجلس الخليفة، فأثنى عليه الخليفة، فخاف أبو يوسف رحمه الله أنه يُقَرِّبه، فخلى به فقال: أترغب في قضاء مصر؟ فقال: ما غرضك في هذا؟ فقال: قد ظهر علمنا بالعراق وأحِب أن يظهر بمصر، فقال محمد: حتى أنظر وأشاور في ذلك أصحاب [كذا في الأصل]، فقالوا له: ليس غرضه قضاءك، ولكن يريد أن يُنَحِّيَك عن باب الخليفة، ثم أمر الخليفة أبا يوسف أن يُحْضِرَه مجلسه، فقال أبو يوسف رحمه الله: إن به داء لا يصلح معه لمجلس أمير المؤمنين، فقال: وما ذاك؟ قال: به سلس البول بحيث لا يمكنه استدامة الجلوس، قال الخليفة: فأذن له في القيام عند حاجته، ثم خلى محمد رحمه الله فقال: إن أمير المؤمنين يدعوك، وهو رجل ملول فلا تطل الجلوس عنده، وإذا أشرت إليك فقم، ثم ادخله على الخليفة.

فاستحسن الخليفة لقاءه، لأنه كان ذا جمال وكلام، فاستحسن كلامه، وأقبل عليه وكلّمه وجعل يكلّمه. فلماكان في خلال ذلك الكلام أشار إليه أبو يوسف رحمه الله أن قم، فقطع الكلام وخرج، فقال الخليفة: لو لم يكن به هذا الداء، لكنا نتجمل به في مجلسنا. فقيل لمحمد رحمه الله: لم خرجت في ذلك الوقت؟ فقال: قد كنت أعلم أنه لا ينبغي لي أن أقوم في ذلك الوقت، لكن أبو يوسف أستاذي فكرهت أن أخالفه. ثم وقف محمد على ما فعله أبو يوسف، فقال: اللّٰهُمَّ اجعل سبب خروجه من الدنيا ما نسبني إليه، فاستجيبت دعوته فيه، ولذلك قصة معروفة.

ولما مات أبو يوسف رحمه الله لم يخرج محمد رحمه الله إلى جنازته، وقيل إنما لم يخرج استحياء من الناس، فإن خدمة أبي يوسف كن يعرضن فيما يبكينه، على ما يحكى أن خوادمه كن يقلن عند الاجتياز بباب محمد رحمه الله:

اليوم يرحمنا من كان يحسدنا   اليوم نتبع من كانوا لنا تبعا
اليوم نخضع للأقوام كلهم   اليوم نظهر منا الحزن والجزعا

فهذا بيان سبب النفرة»، انتهى بلفظه.

[قصہ کا حاصل یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے جب یہ محسوس کیا کہ خلیفہ ہارون رشید امام محمد رحمہ اللہ کو اپنے قریب کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں تو امام محمد رحمہ اللہ کو خلیفہ سے دور کرنے کے لئے ایک تدبیر سوچ لی، اورجب خلیفہ نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو امام یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ

وہ آپ کے پاس زیادہ دیر نہیں بیٹھ پائیں گے، کیونکہ انہیں پیشاب کا مرض ہے، خلیفہ نے کہا کہ جب پیشاب آئے تو چلے جائیں، دوسری جانب امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے کہا کہ خلیفہ پریشان ہیں، اس لئے دورانِ ملاقات جب میں اشارہ کروں تو تم اٹھ کر چلے جانا، پھر کچھ دیر بعد واپس آجانا۔

چنانچہ یہی ہوا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے اشارے پر امام محمد رحمہ اللہ بار بار آتے جاتے رہے، اور خلیفہ کو اگرچہ امام محمد رحمہ اللہ کی گفتگو بہت پسند آئی لیکن بالآخر کہہ دیا کہ اگر یہ مرض نہ ہوتا تو ہم ان سے اپنی مجلس کو زینت بخشتے، لوگوں نے امام محمد رحمہ اللہ سے کہا بھی کہ آپ کو اس طرح بار بار نہیں اٹھنا چاہیے تھا، امام محمد رحمہ اللہ نے کہا کہ میں بھی سمجھتا ہوں کہ اس طرح کرنا مناسب نہیں تھا، لیکن میں نے اپنے استاد امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی بات نہ ماننے کو پسند نہیں کیا۔

اس کے بعد امام محمد رحمہ اللہ نے بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں اللہ سے التجاء کہ یااللہ! جس مرض کی جانب انھوں نے مجھے منسوب کیا تھا، اسی مرض کو ان کے دنیا سے جانے کا سبب بنا دیجئے، اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کی اس دعا کو قبول فرمالیا]۔

الجواب الأول علی سبیل التأصل: احقر کے نزدیک یہ مضامین شنیعہ موضوع معلوم ہوتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم، اور علاوہ اس کے کہ قلب ان کو قبول نہیں کرتا، ان کے موضوع ہونے پر دو قرینے ہیں: اول یہ کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ وامام محمد رحمہ اللہ کی اکابر نُقّادِ حدیث نے مدح کی ہے، پس ممدوح عند النُّقّاد سے ایسے افعال کا صدور سخت بعید ہے، اور جنہوں نے جرح کی ہے انہوں نے بھی ان مضامین کو نہیں لکھا، حالانکہ اس سے کم درجہ کے مضامین کو محل ذم میں محدثین نقل کرتے ہیں۔

دوسرا قرینہ یہ ہے: ’’تعجیل المنفعہ‘‘ ص: ۳۶۲ : «قال ابن أبي حاتم عن أبيه: كتاب السير لمحمد أصله للواقدي، رواه محمد عن الواقدي، فروى أصحاب محمد عن الواقدي بعض أحاديث، ورواه الباقي عن محمد عن مشائخ الواقدي وحذقوا [كذا في الأصل والصحيح حذفوا] الواقدي». اھ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ’’کتاب السیر‘‘ میں تغیر وتبدل واقع ہوا ہے، پس اس کے مضامین کیسے مستند ہو سکتے ہیں، اور واقعاتِ مذکورہ ممکن ہے کسی مخالف کے اضافہ کئے ہوئے ہوں، یا کسی غیر منقد موافق ہی نے لکھ دیئے ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب الثاني من أشرف على سبيل التنزل: اول تو منقولات محتاج سندِ صحیح ہیں، بلاسند، مقبول وحجت نہیں، وقد حقق في الجواب بطلان القصة. ثانیاً اکابر میں بھی بشریت ہوتی ہے مگر اصاغر کی سی نہیں، ومن ثم قيل:

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر   گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے اکمل تو کوئی جماعت امتیوں میں نہیں، پھر کیا ان میں مشاجرات نہیں ہوئے، مگر ان کا منشاء خطاء اجتہادی بتلایا جاتا ہے جو اس کا مصداق ہے، ایں خطا از صد ثواب اولیٰ تراست، ممکن ہے کہ وہ محسود رحمہ اللہ [یعنی امام محمد رحمہ اللہ] کو علوم میں اس درجہ کا محقق نہ سمجھتے ہوں کہ فقہاء وخلیفہ کے متبوع بنیں،

اور اس متبوعیت میں کوئی ضررِ غامض سمجھتے ہوں، اور چونکہ اس مقصود کو وہ مذموم نہ سمجھتے ہوں، اس لئے اس کے ان طرق میں بھی مَساغ سمجھتے ہوں، جیسا کذب کو احیائے حق کیلئے مباح کہا گیا ہے، ان کا تو یہ عذر تھا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس عذر کو غیر معتد بہ جانتے ہوں اس لئے ان کو ناگوار ہوا ہو، اور ناخوش ہو کر بددعاء کردی ہو، پس دونوں معذور تھے، یہ تفصیل تو تحقیق عقلی کے مرتبہ میں تھی، باقی طبعاً امام محمد رحمہ اللہ قلب میں زیادہ محبوب نظر آتے ہیں، واللہ اعلم۔[1]

روایت نمبر: ۱۰

”میت پر دفن کے وقت تین بار اس آیت کو پڑھ کر مٹی ڈالنے سے اس کا ہمزاد شیطان بھی اس کے ساتھ دفن ہو جائے گا“، یہ کوئی حدیث نہیں ہے

سوال (۵۶۵) احقر کو ایک شبہ ہے وہ یہ کہ ”اعمالِ قرآنی“ حصہ اول مطبوعہ قاسمی دیوبند صفحہ: ۷و۸ پر آیت ﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ۝﴾ کی خاصیت مشائخ سے منقول ہے کہ اگر میت پر دفن کے وقت تین بار اس آیت کو پڑھ کر مٹی دیوے تو اس کا ہمزاد شیطان بھی اس کے ساتھ دفن ہو جاوے گا، اھ۔

---

(۱) امداد الفتاویٰ: کتاب مسائل شتیٰ، محمل حسَن یک عبارت، ۴/۳۷۴، مکتبہ دار العلوم، کراچی۔

اس عبارت میں ہمزاد کا کیا مطلب ہے، میری فہمِ ناقص میں تو اس کا متبادر بین العوام والعوامل مطلب وہی سمجھ میں آتا ہے جو کہ مشہور ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے، جس کو ہمزاد کہتے ہیں کہ ساتھ ہی پیدا ہوتا ہے اور ساتھ ہی مرتا ہے اور زندگی بھر ہر وقت ساتھ رہتا ہے، اور عامل لوگ اس کو تابع کرنے کے لئے عملیات کرتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ساتھ مرتا نہیں ہے اور دوسروں کو ستاتا ہے، جیسا کہ عوام میں بعض کا یہی خیال ہے، تو پھر بدون مرے دفن کرنا کیسا؟ اور اگر ساتھ ہی مرتا ہے تو میت کے ساتھ ہی دفن کرنے کی کیا ضرورت وغرض؟ کیا میت سے علیحدہ دفن ہو گیا ہو تو کچھ نقصان ہے؟ اس مسئلہ کے متعلق اگر کوئی روایت معلوم ہو اور اس کا جس قدر ثبوت اور جس قدر انکار محقق ہو اس سے مطلع فرمادیں اور عبارتِ مذکورہ بالا ''اعمال قرآنی'' کی توضیح بھی فرمادیں، احقر کا مبلغ علم تو اس قدر ہے کہ ''مشکوۃ شریف'' باب الوسوسہ، فصل اول میں حدیث ہے:

«عن ابن مسعود ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ: ما منكم من أحد إلا وقد وكل به قرينه من الجن وقرينه من الملئكة» الحديث. [آپ ﷺ کا ارشاد ہے: تم میں سے ہر شخص پر ایک مصاحب جنات میں سے اور ایک مصاحب فرشتوں میں سے مسلط کیا گیا ہے ---] اس سے ہمزاد وہم مرد کچھ نہیں معلوم ہوتا، اور کسی دوسری

روایت کی مجھ کو خبر نہیں۔ ایک شخص نے ''اعمالِ قرآنی'' کی عبارت مذکورہ دکھا کر مجھ کو شبہ میں ڈال دیا، اس لئے عرض کیا گیا، اگر سوالات زیادہ مختلط ہونے کی وجہ سے اس کا جواب دینا خلافِ مصلحت اور طبیعت پر گراں ہو تو اس شبہ کے جواب کو رہنے دیں، پھر کسی دوسرے وقت دریافت کرلوں گا۔

الجواب : یہ کوئی روایت، حدیث کی نہیں بعض بزرگوں سے منقول تھا لکھ دیا، واقع میں یہ عبارت محتاج توضیح ہے، ورنہ اِیہام کا احتمال ہے، اجزاء توضیح کے یہ ہیں:

۱ - کسی حجت سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔

۲ - ہمزاد سے مراد یہ نہیں کہ اس کے ساتھ اس کی ماں کے پیٹ سے پیدا ہو، بلکہ انسان کے مقابلہ میں ایک شیطان بھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے جو صرف تولد میں اس کا مشارک ہے، اسی بناء پر اس کو ہمزاد کہدیا، نہ محل میں مشارک ہے نہ زمانِ تولد میں۔

۳- مرنے میں مشارکت کہیں منقول نہیں، توانسان کے مرنے کے بعد وہ اور کسی پر مسلط ہو جاتا ہے تو اس خاصیت کا حاصل یہ ہے کہ اس کی برکت سے وہ مسجون [قید] ہو جاتا ہے، جیسے برکاتِ رمضان میں مروی ہے: «صفدت الشیطان».اور طریق ثبوت اس کا محض کشف ہے جس کی نہ تصدیق واجب ہے نہ تکذیب، اور چونکہ ثبوت اس کا اس ضعیف درجہ میں ہے، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ اگر یہ توضیح ساتھ

نہ ہو تو اس مضمون کا چھپنا مناسب نہیں، کہ عوام کے لئے موہم غلطی کا ہے۔[۱]

ایک دوسرے انداز سے

یہ سمجھنا کہ ہمزاد انسان کے ساتھ اس کی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے، یہ محض لغو بات ہے

"۔۔۔ اور اگر کہئے کہ وہ اس کا ہمزاد ہے تو سنئے ہمزاد کے معنی لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ انسان کے ساتھ اس کی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے، سو یہ تو محض لغو بات ہے، حدیث میں اتنا آیا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہے، سو اگر ہمزاد اس کو کہا جاوے تو خیر، یہ بات صحیح ہو سکتی ہے، اور ہمزاد اس کو اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی ماں سے اس کے ساتھ ایک وقت میں پیدا ہوا ہے، تو اس کا ہمزاد ہو، یا اور کوئی جن ہو، وہ کہہ دیتا ہے کہ میں فلاں ہوں، تو وہ دراصل اس شخص کی روح نہیں ہوتی، بلکہ وہ جن ہوتا ہے، کیونکہ حدیث میں بھوت کا انکار آیا ہے، دوسرے وہ مر کر «إما إلى الجنة و إما إلى النار». (یا تو جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف) چلا جاتا ہے، تو اسے اس کی فرصت کہاں کہ لوگوں کو لپٹتا پھرے، پس وہ در حقیقت وہ شخص نہیں ہے جس کا نام بتلا رہا ہے۔۔۔"۔[۲]

---

(۱) امداد الفتاویٰ: کتاب مسائل شتی، تحقیق ہمزاد معنی دفن شدن او بامیت بذریعہ عمل، ۴/۵۰۰، مکتبہ دار العلوم، کراچی۔

(۲) خطبات حکیم الامت: ہمزاد کی حقیقت، ۲۱/۵۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۱۱

’’آپ ﷺ کا ردائے مبارک سو ٹکڑوں میں پھاڑ کر صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کرنا‘‘، یہ روایت ثابت نہیں ہے

سوال (۱۷۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمده ونصلي على رسوله الكريم.
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضور سرورِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ رُوحی فِدَاہ نے کبھی کسی جلسہ میں جس میں ایک سو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی موجود تھے، ان میں سے کسی شخص نے کچھ اشعار پڑھے، جس سے حضور ﷺ کو تواجُد ہوا اور ردائے مبارک جسم اقدس سے گر گئی، اور وہ ردائے مبارک سو ٹکڑوں میں پھاڑی گئی اور سو موجودہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک ایک ٹکڑا تقسیم کر لیا، بینوا توا جروا۔

الجواب : ’’عوارف المعارف‘‘ باب خامس وعشرین فی القول فی السماع تادّباً واعتناءً کے اخیر میں یہ روایت کسی قدر تغیر کے ساتھ موجود ہے، پھر اس کو نقل کر کے شیخ [شہاب الدین سُہرَوَرْدِی رحمہ اللہ] نے یہ فرمایا ہے:

«فهذا الحديث أوردناه مسندا كما سمعناه ووجدناه، وقد تكلم في صحته أصحاب الحديث، وما وجدنا شيئا نقل عن رسول الله ﷺ يشاكل وجد أهل الزمان وسماعهم واجتماعهم وهيئتهم إلا هذا، وما أحسنه

من حجة للصوفية وأهل الزمان في سماعهم وتمزيقهم الخرق وقسمتها أن لو صح والله أعلم، ويخالج سري أنه غير صحيح، ولم أجد فيه ذوق اجتماع النبي ﷺ مع أصحابه، وما كانوا يتمدونه على ما بلغنا في هذا الحديث، ويأبى القلب قبوله، والله أعلم بذلك».

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محدثین بھی اس روایت کو ثابت نہیں کہتے، اور حضرت شیخ رحمہ اللہ [شہاب الدین سُہرَوَرْدِی رحمہ اللہ] بھی غیر صحیح فرماتے ہیں، اور اپنی شہادتِ قلب سے عدمِ صحت کی تائید کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس حالت میں اس سے احتجاج کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔[1]

دوسرے انداز سے

روایاتِ خِرْقَہ صوفیہ سب بے اصل ہیں

حدیث : ''خِرْقَہ صوفیہ کا پہننا اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہننا''، [حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] ابن دحیہ رحمہ اللہ اور ابن الصلاح رحمہ اللہ نے کہا کہ بالکل ثابت نہیں اور اسی طرح ہمارے شیخ رحمہ اللہ [حافظ ابن حجر رحمہ اللہ] نے کہا ہے کہ اثباتِ خِرْقَہ کے جتنے طریق ہیں انہی [اصل میں اسی طرح ہے] سے ایک بھی ثابت نہیں، اور کسی خبرِ صحیح یا حسن یا ضعیف میں وارد نہیں ہوا کہ نبی ﷺ

(۱) امداد الفتاویٰ: کتاب مسائل شتی، تحقیق حدیث تواجد جناب رسول ﷺ، ۴/۵۱۰، مکتبہ دار العلوم، کراچی۔

نے اس صورتِ متعارفہ بین الصوفیہ پر اپنے کسی صحابی کو خِرْقَہ پہنایا ہو اور نہ کسی صحابی کو یہ حکم دیا کہ وہ ایسا کریں، اور جو کچھ اس باب میں صریح روایتیں آئی ہیں سب سے اصل میں [اصل میں اسی طرح ہے، المقاصد الحسنہ کی عبارت کے مطابق درست جملہ یہ ہے: سب بے اصل ہیں] (صریح کی قید سے مفہوم ہوا کہ کلیات سے استنباط ہو سکتا ہے) پھر [حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے] کہا ہے کہ اس دعوے میں ہمارے شیخ [حافظ ابن حجر رحمہ اللہ] ہی متفرد نہیں، بلکہ ان سے پہلے بھی ایک جماعت اس طرف گئی ہے، حتیٰ کہ جن بزرگوں نے پہنا ہے اور پہنایا ہے (وہ بھی اس کو روایت سے ثابت نہیں فرماتے) جیسے دِمیاطی رحمہ اللہ اور ذَہَبی رحمہ اللہ اور ہَکّاری رحمہ اللہ اور ابو حیان رحمہ اللہ اور علائی رحمہ اللہ اور مُغْلَطائی رحمہ اللہ اور عراقی رحمہ اللہ اور ابن المُلَقِّن رحمہ اللہ اور اَبناسی رحمہ اللہ اور برہان حلبی رحمہ اللہ اور ابن ناصر الدین رحمہ اللہ الخ۔

ف : لیکن باوجود اس کے لُبسِ خِرْقَہ امرِ مباح ہے، جب اس کو مسنون نہ سمجھا جائے، بلکہ وہ ایک رسمِ صالح ہے جو بہت سے مصالح پر مبنی ہے، جیسے فارغین علومِ درسیہ کو عمامہ باندھنا اہلِ مدارس میں ایک رسم ہے۔[1]

(۱) التشرف: ص:۱۰۰، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف: خِرْقَہ صوفیاء، علیؓ سے چلا آتا ہے، ص: ۱۷۹، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

نئے اسلوب پر

روایت: "آپ ﷺ کا چادر کو پھاڑ کر صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کرنا"،

جو کچھ اس باب میں مروی ہے سب موضوع ہے

حدیث: «قد لسعت حية الهوى كبدي» [خواہش پرستی کا ناگ میرے جگر کو ڈس چکا ہے] دو شعروں کے ختم تک اور وہ دو شعر یہ ہیں: ؎

قد لسعت حية الهوى كبدي　　فـلا طبيـب لهـا ولا راقي

إلا الحبيب الذى شـغفت بـه　　فعنـده رقيـتي وتريـاقي

اور یہ کہ یہ اشعار نبی ﷺ کے رو برو پڑھے گئے۔ [حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] (اس کے متعلق) ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ جو مشہور ہے کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار حضور اقدس ﷺ کے رُو برُو پڑھے، اور آپ ﷺ نے وجد فرمایا حتیٰ کہ آپ ﷺ کی چادر مبارک آپ کے شانہ سے گر گئی، اور اس کو فقراءِ صفہ نے باہم تقسیم کرلیا، اور اپنے کپڑوں میں اس کے پیوند لگا لئے، سو یہ قصہ باتفاقِ محدثین غلط ہے، اور جو کچھ اس باب میں مروی ہے سب موضوع ہے۔

ف : میں کہتا ہوں کہ یہ بھی علماء صوفیہ کے نزدیک اَغراضِ محمودہ کے لئے ایک امر فی نفسہ مباح ہے، مگر خاص شرائط کے ساتھ جو ان کے نزدیک مقرر ہیں، اور ان کے کلمات میں منضبط ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس پر کوئی فساد

ظاہری یا باطنی مرتب نہ ہو، یہ کلام تھا سَماع اور وجد اور تواجد میں، باقی خِرْقَہ کا برکت کے لئے تقسیم کر لینا، پس وہ لُبسِ خِرْقَہ کی طرح جس کا ذکر ابھی اوپر گزرا ہے ایک رسم ہے، جو اعتقادِ برکت سے ناشی ہے، اور چونکہ برکت کا حاصل کرنا اَغراضِ محمودہ سے ہے اس لئے یہ خِرْقَہ کا پارہ پارہ کردینا اِسراف اور اِتلاف میں داخل نہیں، سو تم صوفیہ کے بارہ میں گو وہ متقدمین میں سے نہ ہوں، ادب اور انصاف کالحاظ رکھنا اور اعتراض اور کجروی سے بچنا۔[1]

روایت نمبر: ۱۲

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام اور اُورِیا کا قصہ، محض بے اصل ہے

سوال (۵٦۸) اگر کوئی شخص کسی خاوند والی عورت سے زنا کرے تو یہ گناہ صرف توبہ کرنے سے معاف ہو جاوے گا یا کہ خاوند کے معاف کرانے سے معاف ہوگا، زنا حق العبد ہے یا حق اللہ ہے؟ ان دیار میں اس بارہ میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں شوہر سے معاف کرانا ضروری نہیں، توبہ سے معاف ہو جاوے گا اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں: «التائب من الذنب کمن لاذنب له». [گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو] یہ حدیث اس باب میں قابلِ سند ہے یا نہیں، بعض کہتے ہیں کہ بغیر شوہر سے معاف کرائے معاف نہ ہو گا،

---

(۱) التشرف: ص:۱۰۱، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف: قوالی اور وجد وغیرہ کی تحقیق، ص: ۱۷۹، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

اور دلیل میں حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام واُورِیا کا قصہ پیش کرتے ہیں، ان دونوں میں کون حق پر ہے؟

الجواب: ۔۔۔وحق آنست کہ آں قصہ بے اصل محض است [یعنی حق یہ ہے کہ یہ قصہ بے اصل ہے]، وحدیث «التائب من الذنب کمن لاذنب له» دلیل کافی ست دریں باب فقط۔[1]

ایک دوسرے انداز سے

حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ کہ "آپ علیہ السلام کی ننانویں بیویاں تھیں، پھر آپ علیہ السلام نے ایک لشکری کے قتل کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کرلیا تھا"، انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایسا خیال بالکل غلط اور برا عقیدہ ہے

"۔۔۔اور داؤد علیہ السلام کے اس قصہ کو یہود نے اس طرح رنگا ہے کہ آپ علیہ السلام کی ننانویں بیویاں تھیں، اور ایک لشکری کی صرف ایک بیوی تھیں، آپ علیہ السلام کی اس پر نظر پڑ گئی تو آپ علیہ السلام فریفتہ ہوگئے، پھر وہ لشکری کسی مہم پر گیا اور وہاں جاکر مارا گیا، اس کے قتل کے بعد اسے [یعنی اس کی بیوی کو] آپ علیہ السلام نکاح میں لے آئے، فرشتوں کو [اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی] نصیحت کے لیے بھیجا تھا۔

---

(۱) امداد الفتاویٰ: کتاب مسائل شتی، تحقیق حق اللہ یا حق العبد بودن زنا، ۴/۵۵۲، مکتبہ دار العلوم، کراچی۔

توبہ توبہ یہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایسا خیال بالکل غلط اور برا عقیدہ ہے، اور تعجب ہے کہ اس کو بعض مفسرین نے بھی لیا ہے، دراصل ان کا [یعنی آنے والوں کا] فرشتہ ہونا ہی ثابت نہیں، بلکہ ظاہراً واقع میں وہ انسان ہی تھے، اور ان کا بکریوں کے متعلق مقدمہ تھا، فافہم"۔[1]

ایک نئے انداز سے

محققین نے اس واقعہ کو باطل کہا ہے

"۔۔۔ اور ﴿فَتَنَّهُ﴾ کی تفسیر میں قولِ مشہور اور ہے جس میں ایک بی بی سے نکاح کرنے کا واقعہ ہے، مگر محققین نے اس کا ابطال کیا ہے، چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا: «أكثرها ماخوذ من الإسرائيليات، ولم يثبت فيها عن المعصوم حديث يجب اتباعه، لكن روى ابن أبي حاتم ههنا حديثا لا يصح سنده، لأنه من رواية يزيد الرقاشي عن أنس، ويزيد وإن كان من الصالحين لكنه ضعيف الحديث عند الأئمة».

اور تفسیر خازن میں ہے: «روى سعيد بن المسيب والحارث الأعور عن علي بن أبي طالب أنه قال: من حدثكم بحديث داود على ما يرويه القصاص جلدتة مائة وستين جلدة، وهو حد الفِرْيَة على الأنبياء».اھ، اور «تفسیر حقانی»

(۱) ملفوظات حکیم الامت: ایک فریق کے بیان پر کبھی فیصلہ نہیں دیناچاہیے۔۔۔،۱۱/۲۳۱،ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

میں ماخذ اس قصہ کا کتاب ''صموئیل'' کو کہا ہے، اور آج تک پورا پتہ اہل کتاب کو بھی نہیں ملتا کہ اس کا مصنف کون ہے، وہ ایک تاریخ کی کتاب یہود میں مروج تھی جس کو یہود ونصاریٰ نے خواہ مخواہ الہامی فرض کر لیا، اھ''۔(۱)

---

(۱) بیان القرآن: ومالی لا أعبد الذی فطرنی، ۱۰/۶، میر محمد کتب خانہ، کراچی۔

مذکورہ تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو علامہ قاضی ابو بکر ابن العربیؒ نے ''احکام القرآن'' (۴/۵۴) میں "قطعی باطل" قرار دے کر واقعہ کے دیگر درست پہلو ذکر کئے ہیں، امام قرطبیؒ نے بھی اپنی ''تفسیر'' (۱۸/ ۱۶۸) میں قاضی ابو بکر ابن العربیؒ کے قول و تفصیل پر اکتفاء کیا ہے، اسی طرح امام ابو بکر جصاصؒ نے بھی ''احکام القرآن'' (۵/۲۵۴) میں مذکورہ تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو رد کیا ہے، اور اسی واقعہ کا صحیح محمل ذکر کیا ہے، نیز علامہ آلوسیؒ نے ''روح المعانی'' (۲۳/ ۱۸۵، ۲۲/ ۲۷) میں اس واقعہ ہی کو ''بے اصل'' اور ''لا یصح'' کہا ہے، اور آیت شریفہ کی ایک دوسری تفسیر کو ترجیح دی ہے۔

قاضی ابو بکر ابن العربیؒ کی عبارت ملاحظہ ہو: «وأما قولهم: أنها لما أعجبته أمر بتقديم زوجها للقتل في سبيل الله، فهذا باطل قطعا؛ لأن داود عليه السلام لم يكن ليريق دمه في غرض نفسه، وإنما كان من الأمر أن داود قال لبعض أصحابه: انزل لي عن أهلك، وعزم عليه في ذلك، كما يطلب الرجل من الرجل الحاجة برغبة صادقة كانت في الأهل أو المال، وقد قال سعيد بن الربيع لعبد الرحمن بن عوف حين آخى رسول الله ﷺ بينهما: ولي زوجتان، أنزل لك عن إحداهما، فقال له: بارك الله لك في أهلك ومالك. وما يجوز فعله ابتداء يجوز طلبه....».

امام ابو بکر جصاصؒ کی عبارت ملاحظہ ہو: «وقد قيل: إن داود كان له تسع وتسعون امرأة، وأن أوريا بن حنان لم تكن له امرأة، وقد خطب امرأة، فخطبها داود مع علمه بأن أوريا خطبها، وتزوجها. وكان فيه شيئان مما سبيل الأنبياء التنزه عنه، أحدهما: خطبته على خطبة غيره، والثاني: إظهار الحرص على التزويج مع كثرة من عنده من النساء، ولم يكن عنده أن ذلك معصية، فعاتبه الله تعالى عليها وكانت صغيرة، وفطن حين خاطبه الملكان بأن الأولى كان به أن لا يخطب المرأة التي خطبها غيره، وقوله ﴿وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ﴾ يعني: خطبت امرأة واحدة قد كان التراضي منا وقع بتزويجها.

وما روي في أخبار القصاص من أنه نظر إلى المرأة فرآها متجردة فهويها وقدم زوجها للقتل، فإنه وجه لا يجوز على الأنبياء; لأن الأنبياء لا يأتون المعاصي مع العلم بأنها معاص; إذ لا يدرون لعلها كبيرة تقطعهم عن ولاية الله تعالى وتدل على صحة التأويل الأول أنه قال: ﴿وَعَزَّنِي فِي ٱلْخِطَابِ﴾ فدل ذلك على أن الكلام إنما كان بينهما في الخطبة ولم يكن قد تقدم تزويج الآخر».

=

روایت نمبر: ۱۳

کتاب ''شرح محمدی'' میں موجود دفع وبا کے اس عمل کی کوئی اصل نہیں ہے

سوال (۵۷۲) ---کتاب ''شرح محمدی'' میں جو کتاب فقہ کی اردو میں منظوم ہے اس میں ایسا طریقہ لکھا ہے، اگر یہ جائز ہے، اور رائے عالی مناسب معلوم ہوتا ہے اس کو بھی پورے طور سے حامل عریضہ کو بتلا دیویں، خادموں پر احسان بے اندازہ ہوگا: نقل از کتاب ''شرح محمدی'' اشعار:

حق وبا سے اس کو رکھتا ہے بچا جو کرے ترتیب ایسی بر ملا
شہر کے چاروں طرف گائیں حلال وہ کرے دل سے نیاز ذوالجلال
صاف کر پھر اس کی بھونے بوٹیاں کھاویں تکہ یک یک اس کا مومناں

= علامہ آلوسیؒ کی عبارت ملاحظہ ہو: «وقال أبو حيان: الذي نذهب إليه ما دل عليه ظاهر الآية من أن المتسورين المحراب كانوا من الإنس، دخلوا عليه من غير المدخل وفي غير وقت جلوسه للحكم، وأنه فزع منهم ظانا أنهم يغتالونه؛ إذ كان منفردا في محرابه لعبادة ربه عزّ وجلّ، فلما اتضح له أنهم جاؤوا في حكومة، وبرز منهم اثنان للتحاكم كما قص الله تعالى، وأن داود عليه السلام ظن دخولهم عليه في ذلك الوقت، ومن تلك الجهة ابتلاء من الله تعالى له أن يغتالوه، فلم يقع ما كان ظنه، فاستغفر من ذلك الظن حيث أخلف، ولم يكن ليقع مظنونه، وخر ساجدا، ورجع إلى الله تعالى، وأنه سبحانه غفر له ذلك الظن، فإنه عزّ وجل قال: ﴿فَغَفَرْنَا لَهُۥ ذَٰلِكَ﴾ ولم يتقدم سوى قوله تعالى: ﴿وَظَنَّ دَاوُۥدُ أَنَّمَا فَتَنَّٰهُ﴾ ونعلم قطعا أن الأنبياء عليهم السلام معصومون من الخطايا، لا يمكن وقوعهم في شيء منها ضرورة، إنا لو جوزنا عليهم شيئا من ذلك بطلت الشرائع ولم يوثق بشيء مما يذكرون أنه وحي من الله تعالى، فما حكى الله تعالى في كتابه يمر على ما أراده الله تعالى، وما حكى القصاص مما فيه نقص لمنصب الرسالة طرحناه، ونحن كما قال الشاعر: ونؤثر حكم العقل في كل شبهة ... إذا آثر الأخبار جلاس قصاص انتهى».

بعد اس کے لیویں پھر قرآن کو | جمع ہو کر موموناں پاکیزہ خو
نیچے سے اس کے وہ نکلیں سات بار | منہ طرف کعبہ کی رکھیں آشکار
پھر پڑھے بعد اس کے دو رکعت نماز | اور اذاں دیں سات باعجز ونیاز
کہتے ہیں دیویں اذاں سب سات روز | سات بار ہر روز اے گیتی فروز
ہے یہ تاثیرِ اذاں اے موموناں | اس سے ہوتے ہیں گریزاں جنبیاں

الجواب: "۔۔۔ جو عمل آپ نے "شرح محمدی" سے نقل کیا، اس کی کوئی اصل نہیں۔۔۔"۔[1]

روایت نمبر: ۱۴

وصیت نامہ شیخ عبد اللہ، خادم مجاور روضہ مطہرہ، محض کسی کا تراشیدہ ہے

سوال (۵۷۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک وصیت نامہ چھپا ہوا جناب رسول مقبول ﷺ کی طرف سے شائع ہوا ہے، جو شیخ عبد اللہ، خادم مجاور روضہ مطہرہ کو ارشاد ہوا ہے، اس کی کیا اصل ہے ؟ مستفتی نے تمام وصیت نامہ کی نقل لکھی تھی، بوجہ اختصار اور بناءً علی الشہرۃ چھوڑ دیا گیا۔

الجواب : ایسا وصیت نامہ بہت دفع شائع ہو چکا ہے، ہمیشہ اسی نام اور لقب سے شائع ہوتا ہے : اول تو یہ تعجب ہے کہ ایک شخص اتنی بڑی عمر پاوے، دوسرے یہ تعجب ہے کہ ایک شخص کے سوا اور کسی خادم کو یا اور ملکوں کے بزرگوں

---

(۱) امداد الفتاویٰ: مسائل شتیٰ، حکم اعمال مستعملہ برائے دفع وبا، ۴/۵۵۴، مکتبہ دار العلوم، کراچی۔

اور ولیوں کو یہ دولت زیارت اور ہمکلامی کی نصیب نہ ہو۔

تیسرے اگر ایسا ہی قصہ ہوتا تو خود مدینہ میں اس کی زیادہ شہرت ہونا چاہئے تھی، حالانکہ وہاں کے آنے جانے والوں یا خطوط سے ان امور کا نام ونشان بھی نہیں معلوم ہوتا، پھر محض اس طرح بلاسند کوئی مضمون قابل اعتبار نہیں ہو سکتا ورنہ جو جس کے جی میں آوے مشہور کردیا کرے، شرع میں حکم ہے کہ جو بات ہو خوب تحقیق کے بعد اس کو معتبر سمجھو۔

علاوہ اس کے اس میں بعض مضامین ایسے ہیں جو شرع اور عقل کے خلاف ہیں، مثلا: ستر ہ لاکھ مسلمان کلمہ گو مریں، اور ان میں ستر ہ آدمی صرف مسلمان ہوں: اول تو خدا تعالیٰ کی رحمت غالب ہے ان کے غضب پر، دوسرے ہم خود دیکھتے ہیں کہ زیادہ مسلمان توبہ کر کے اور کلمہ پڑھتے ہوئے مرتے ہیں، جو علامت خاتمہ بالخیر کی ہے، پھر اس مضمون کی گنجائش کہاں ہے؟ اسی طرح اس میں لکھا ہے کہ تارک الصلوٰۃ کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں، یہ حکم صاف حدیث کے خلاف ہے، «صلوا علی کل بر وفاجر». [ہر نیک و بد کی نماز جنازہ پڑھو] یہ بھی قرینہ ہے اس وصیت نامہ کے غلط ہونے کا، اسی طرح جن چیزوں کا بدعت ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہوچکا ہے، جیسے: تخصیص شربت کی شہداء کربلا کے واسطے، اور کھیر خاتون رضی اللہ عنہا کے واسطے، اور پلاؤ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ کے واسطے، اسی طرح

آجکل سا مولود شریف ان سب چیزوں کی اس میں ترغیب ہے، یہ سب باتیں اس میں عقل اور شرع کے خلاف ہیں۔

اس لئے یہ وصیت نامہ محض کسی کا تراشیدہ ہے، محدثین نے اس سے ہلکے قرینوں پر حدیث کو موضوع کہہ دیا ہے، اور موضوع کی اشاعت و روایت نصاً اور اجماعاً حرام ہے، بلکہ بعض محدثین کے نزدیک کفر ہے، ہر گز اس کے تمام مضمون کو صحیح نہ سمجھیں، البتہ جو باتیں قرآن و حدیث اور دین کی کتابوں میں لکھی ہیں، اس کے موافق نیک راہ پر چلیں اور بری راہ سے بچیں، اور جھوٹی بات کا نسبت کرنا حضرت پیغمبر ﷺ کی طرف، بڑا بھاری گناہ ہے، اس لئے ایسے مضمون کے رواج دینے والا گنہگار ہوگا۔[1]

* * * * *

(۱) امداد الفتاویٰ: مسائل شتیٰ، تحقیق وصیت نامہ کہ چند بار بنام مجاور روضہ شیوع یافتہ، ۵۵۵/۴، مکتبہ دارالعلوم، کراچی۔

روایت نمبر: ۱۵

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ مسجد میں ایک بار اپنے سرین اور دونوں قدموں پر بیٹھے تھے، غیب سے آواز آئی کہ اَو ثور!۔۔۔

یہ قصہ محض کسی کا تراشیدہ

سوال (۸۲۳)۔۔۔ کہتا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ مسجد میں ایک بار اپنے سرین اور دونوں قدموں پر بیٹھے تھے کہ جناب باری جل جلالہ کی طرف سے عتاب ہوا اور غیب سے آواز آئی کہ اَوثور! (بیل) یہ کیا بے ادبی و گستاخی ہے، اسی دن سے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ ''ثوری'' کا لفظ اضافہ ہوگیا۔

الجواب: ۔۔۔ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ محض کسی کا تراشیدہ، خلافِ نقل و خلافِ لغت ہے - «في القاموس: وثور أبو قبيلة من مضر منهم سفيان بن سعيد» [یعنی قاموس میں ہے کہ ثور قبیلۂ مضر کے ایک بڑے کا نام ہے، جن میں سفیان بن سعید بھی ہیں] - اور خلافِ نحو بھی، کیونکہ ثوری پر الف لام آتا ہے، الثوری۔ اگر ثوری کے وہ معنی ہوتے جو زید نے دعویٰ کیا ہے تو اس ترکیب میں اضافہ معنویہ ہوتے ہوئے الف لام کا داخل ہونا اس پر کس طرح جائز ہوتا؟[1]

---

(۱) امدادالفتاویٰ: احکام المسجد، جواز تربع در مسجد، ۲/۶۸۸، مکتبہ دارالعلوم، کراچی۔

روایت نمبر: ۱۶

روایت: ”جو شخص اللہ کی ہم نشینی اختیار کرنا چاہے تو وہ اہلِ تصوف کے ساتھ بیٹھا کرے“، یہ روایت ان الفاظ سے منقول نہیں ہے

قول صاحبِ مثنوی: «من أراد أن يجلس مع الله فليجلس مع أهل التصوف». [جو شخص اللہ کی ہم نشینی اختیار کرنا چاہے تو وہ اہلِ تصوف کے ساتھ بیٹھا کرے] مؤلفِ تشرف [حضرت تھانوی رحمہ اللہ] کہتا ہے جن بعض رسائل سے یہ تخریج نقل کر رہا ہوں اس میں اس قول کی تخریج نہیں کی، یہ میں نے بڑھایا کہ یہ الفاظ تو منقول نہیں دیکھے گئے، لیکن دوسرے منقول الفاظ سے یہ قول ماخوذ ہو سکتا ہے، وہ ماخوذ الفاظ یہ ہیں: «أنا جليس من ذكرني» [میں اس کا ہم نشین ہو جو مجھے یاد کرے]۔۔۔“۔[1]

* * * * *

(۱) التشرف: ص:۲۳، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف: صوفیہ کی ہم نشینی اللہ کی ہم نشینی ہے، ص: ۱۳۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

اس روایت کو حافظ ابن جوزیؒ نے ”کتاب الموضوعات“ (۴۹/۲) میں من گھڑت کہا ہے، حافظ ابن جوزیؒ کے کلام پر امام سیوطیؒ نے ”اللآلی المصنوعہ“ (۲۲۴/۲) اور علامہ ابن عرّاق نے ”تنزیہ الشریعہ“ (۲۶۸/۲) میں اکتفاء کیا ہے۔

روایت نمبر: ۱۷

روایت: ''جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا''، آپ ﷺ سے ان الفاظ سے ثابت نہیں، البتہ اس کا معنی صحیح ہے

«من عرف نفسه فقد عرف ربه». [جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا] روایت کیا اس کو دیلمی رحمہ اللہ نے مرفوعاً ان الفاظ سے: «إذا عرف نفسه عرف ربه». اسی طرح ہے ''کنوز الحقائق'' میں۔

مؤلفِ تشرف [حضرت تھانوی رحمہ اللہ] کہتا ہے کہ ''مقاصد'' میں ابو المظفر بن سمعان [اصل میں اسی طرح ہے اور صحیح سمعانی ہے] کا قول اس حدیث کی نسبت نقل کیا ہے: «إنه لا يعرف مرفوعا، و إنما يحكى عن يحيى بن معاذ، يعني من قوله». [یہ روایت آپ ﷺ کی نسبت سے معروف نہیں ہے، بلکہ یحییٰ بن معاذ کے اقوال میں سے ہے] اور نووی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے: «إنه ليس بثابت، والله أعلم». [یہ ثابت نہیں ہے] مگر باوجود غیر ثابت کہنے کے، اس کے معنی کو اس تاویل سے صحیح کیا ہے: «من عرف نفسه بالحدوث عرف ربه بالقدوم، و من عرف نفسه بالغناء [كذا فيه والصحيح بالفناء] عرف ربه

بالبقاء»۔ اھ[۱]

روایت نمبر: ۱۸

روایت: ”فقر، میرا فخر ہے“، غلط اور موضوع ہے

صاحب کلید کا قول: «الفقر فخري». [فقر، میرا فخر ہے] ”مقاصد حسنہ“ میں ہے کہ یہ غلط اور موضوع ہے اور دیلمی رحمہ اللہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ”مؤمن کا تحفہ دنیا میں فقر ہے“ اور اس کی سند میں کچھ مضائقہ نہیں۔اھ[۲]

* * * * *

---

(۱) التشرف: ص:۲۵، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف : صاحب کلید کا قول، ص: ۱۳۹، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

حافظ صغانیؒ اور حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی اسے موضوعات میں شمار کیا ہے، دیکھئے: ”موضوعات الصغانی“ (ص:۳۵)، (المصنوع: ص:۱۸۹)۔ نیز حافظ سخاویؒ نے ”المقاصد الحسنہ“ (ص۷۵۷) میں، حافظ سیوطیؒ نے ”الدرر المنتثرہ“ (ص:۱۸۵) میں، علامہ زرکشیؒ نے ”اللآلی المنثورہ“ (ص:۸۶) میں، ملا علی قاریؒ نے ”الاسرار المرفوعہ“ (ص:۲۳۷) میں، علامہ محمد بن محمد درویشؒ نے ”اسنی المطالب“ (رقم:۱۴۳۵) میں، علامہ احمد بن عبدالکریم غزیؒ نے ”الجد الحثیث“ (رقم:۲۳۲) میں، علامہ محمد امیر مالکیؒ نے ”النخبہ البہیہ“ (ص:۱۲۱) میں، اور علامہ محمد بن خلیل طرابلسیؒ نے ”اللؤلؤ المرصوع“ (رقم:۵۹۴) میں حافظ ابن تیمیہؒ، علامہ نوویؒ اور حافظ سمعانیؒ کے کلام کو نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

(۲) التشرف: ص:۳۳، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف : صاحب کلید کا قول، ص : ۱۴۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

ایک دوسرے انداز سے

روایت: ”فقر میرا فخر ہے اور میں اس پر فخر کرتا ہوں“، یہ غیر ثابت اور موضوع ہے، لیکن فقر کی فضیلت میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں

حدیث: ”فقر میرا فخر ہے اور میں اس پر فخر کرتا ہوں“، [حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ غیر ثابت اور موضوع ہے۔

ف: میں کہتا ہوں [حضرت تھانوی رحمہ اللہ] لیکن فقر کی فضیلت میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں اور فضیلت ہی کی چیزوں سے فخر ہوتا ہے، پس یہ فخر والی حدیث فضیلت والی حدیثوں کی مدلولِ التزامی ہے (پس معنیً بے اصل نہ ہوئی)۔[۱]

---

(۱) التشرف: ص:۹۶، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف: حدیثِ فقر کی تحقیق، ص: ۱۷۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

علامہ صغانیؒ نے اسے ”موضوعات“ (ص:۵۲) میں اور حافظ ابن تیمیہؒ نے ”مجموع الفتاوی“ (۶۹/۱۱) میں من گھڑت کہا ہے، اور حافظ ابن حجرؒ نے ”التلخیص الحبیر“ (۳/ ۲۳۵) میں علامہ صغانیؒ اور حافظ ابن تیمیہؒ کے قول پر اکتفاء کیا ہے، نیز علامہ اسماعیل عجلونیؒ نے ”کشف الخفاء“ (۱۰۲/۲) میں، ملا علی قاریؒ نے ”المصنوع“ (رقم:۲۰۷) میں، علامہ محمد بن محمد درویشؒ نے ”اسنی المطالب“ (رقم:۹۷۶) میں، علامہ احمد بن عبدالکریم غزیؒ نے ”الجد الحثیث“ (رقم:۳۱۴) میں حافظ ابن حجرؒ کے قول پر اکتفاء کرتے ہوئے اسے باطل، موضوع کہا ہے۔

روایت نمبر: ۱۹

روایت: ”میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں“، لفظاً منقول نہیں، لیکن معنی صحیح ہے

صاحب کلید کا قول: «حديث: علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل» [میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں] میں [حضرت تھانوی رحمہ اللہ] کہتا ہوں کہ یہ حدیث گو لفظاً منقول نہیں، لیکن معنی صحیح ہے، جیسا کہ ”مقاصد حسنہ“ میں تحقیق کیا ہے۔[۱]

دوسرے انداز سے

روایت: ”میری امت کے علماء، بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں“، اس کے الفاظ ثابت نہیں، لیکن مضمون صحیح ہے

حدیث: ”میری امت کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں“، [حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] ہمارے شیخ رحمہ اللہ [حافظ ابن حجر رحمہ اللہ] نے کہا ہے اور ان کے قبل [كذا في الأصل] دَمِیری اور زَرْکَشِی نے کہاہے کہ اس کی کچھ اصل نہیں، بعض نے اتنا اور زیادہ کیا کہ یہ حدیث کسی معتبر کتاب میں بھی معلوم نہیں ہوئی۔

---

(۱) التشرف : ص:۴۱، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف : صاحب کلید کا قول، ص : ۱۴۹، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

ف: میں کہتا ہوں کہ لیکن اس کا مضمون صحیح ہے اور اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علماء وارث ہیں انبیاء کے، ''مقاصد'' میں اس حدیث کے باب میں کہا ہے کہ اس کو احمد رحمہ اللہ و ابوداؤد رحمہ اللہ و ترمذی رحمہ اللہ نے، اور دوسروں نے بھی ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ان ہی الفاظ سے مرفوعاً روایت کیا ہے مع اس زیادت کے کہ ''انبیاء نے میراث میں نہ دینار چھوڑا نہ درہم چھوڑا صرف علم کو میراث میں چھوڑا ہے''، اور اس حدیث کو ابن حبان رحمہ اللہ اور حاکم رحمہ اللہ وغیرہما نے صحیح کہا ہے اور حمزہ کنانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے اور ان کے غیر نے ضعیف کہا ہے بوجہ اس کے کہ اس کی سند میں اضطراب ہے، لیکن اس کے شواہد متعدد ہیں جن سے اس کو تقویت ہو جاتی ہے۔[۱]

* * * * *

(۱) التشرف: ص:۹۴، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف: فضیلتِ علماء، ص: ۱۷۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔ امام سیوطیؒ نے ''الدرر المنتثرہ'' (رقم:۲۹۴) میں، علامہ شوکانیؒ نے ''الفوائد المجموعہ'' (رقم:۸۹۸) میں، علامہ محمد بن محمد درویشؒ نے ''اسنی المطالب'' (رقم:۸۸۹) میں، ملا علی قاریؒ نے ''المصنوع'' (رقم:۱۹۶) میں اس روایت (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں) کو ''بے اصل'' کہا ہے۔

روایت نمبر: ۲۰

روایت: ''بلال رضی اللہ عنہ، شین کی جگہ اذان میں سین کہتے تھے''، اس کی کچھ اصل نہیں

حدیث: ''بلال رضی اللہ عنہ، شین کی جگہ اذان میں سین کہتے تھے''، مزنی رحمہ اللہ [اصل میں اسی طرح ہے، ہمارے پاس موجودہ المقاصد الحسنہ کے نسخوں میں مزّی رحمہ اللہ ہے] نے برہان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ عوام کی زبان پر یہ مشہور ہوگیا ہے اور ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔[حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] آگے سین میں بھی اس کا ذکر آئے گا، [حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] پھر سین میں [حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے] یہ کہا ہے کہ ''بلال رضی اللہ عنہ کا سین اللہ کے نزدیک شین ہے''، ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی کچھ اصل نہیں اور یہ صحیح نہیں۔

ف: اور بعض کتب تصوف میں جو پایا جاتا ہے وہ حجت نہیں، مگر انہوں نے راوی کے ساتھ حسن ظن کی بناء پر لکھ دیا ہے، اس لئے وہ معذور ہیں۔[1]

---

(۱) التشرف: ص:۷۷، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف: حدیث سین بلال کی عدم صحت، ص: ۱۶۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

علامہ ابراہیم ناجیؒ (المتوفی:۹۰۰)، امام سیوطیؒ، ملا علی قاریؒ، علامہ قاوقجیؒ نے بھی اس روایت کو ''بے اصل'' کہا ہے، دیکھئے:

''کشف الخفاء'' (رقم:۶۹۵، رقم:۱۵۲۰)، ''اللؤلؤ المرصوع'' (رقم:۲۶۲)۔

روایت نمبر: ۲۱

روایت: ''آپ ﷺ سے شین ادا نہ ہو سکتا تھا''، یہ درست نہیں ہے

''اس پر استطراداً ایک بات یاد آگئی، وہ یہ کہ دنیا میں ایسے جاہل صوفی بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن میں لفظِ عشق موجود ہے، بھائی قرآن میں کہاں ہے اول سے آخر تک دیکھ لو؟ الفاظِ قرآن تو محدود ہیں، معانی البتہ غیر محدود ہیں، اللہ تعالیٰ نے دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے۔

جاہل صوفی جواب میں کہتا ہے کہ «حم عسق» یہ اصل میں عشق ہے، کسی نے کہا کہ اس میں تو سین ہے اور عشق میں شین ہے، تو آپ [یعنی جاہل صوفی] کہتے ہیں کہ اصل میں تو شین ہی تھا مگر چونکہ حضور ﷺ پڑھے ہوئے تھے نہیں (نعوذ باللہ)، اس لئے آپ ﷺ سے شین ادا نہ ہو سکتا تھا، اس لئے آپ ﷺ کی رعایت سے سین نازل کیا گیا، اب پیغمبر ﷺ پر بھی وہی اعتراض ہو گیا، جو بلال رضی اللہ عنہ پر تھا کہ «أسهد» کہتے تھے۔

مجھے اس روایت پر یقین نہیں ہے، نہ معلوم کہاں کی روایت ہے، اور اگر ثابت بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ وہ حبش [كذا في الأصل] کے رہنے والے تھے،

ان سے شین نہ نکلنا کچھ عجب نہیں، مگر حضور ﷺ تو عرب العرباء افصح البلغاء تھے، آپ ﷺ سے شین کا ادانہ ہو نا بہت تعجب کی بات ہے، اگر ایسا ہو تا اور ایسی رعایت ہوتی تو معوذتین میں بھی شین نہ ہوتا، «من شر» کی جگہ «من سر» ہوتا۔۔۔"۔[1]

سابقہ مضمون ایک دوسرے انداز سے

"۔۔۔اور بعض جہلاء صوفیہ نے قرآن میں بھی عشق کا لفظ ٹھونسا ہے، چنانچہ ایک غالی کا قول ہے کہ «حم عسق» میں عشق کا ذکر ہے، مگر مولویوں سے چھپانے کے لئے اس کو تہجی کے ساتھ ذکر کیا گیا، کسی نے سوال کیا کہ عشق میں تو شین معجمہ ہے اور «حم عسق» میں سین مہملہ ہے، تو اس کا جواب اس جاہل نے یہ دیا کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ چونکہ اُمّی تھے اس لئے آپ کی زبان سے بڑا شین ادا نہ ہوا، آپ ﷺ نے اس کو سین فرمایا توبہ توبہ ..... اس نامعقول سے کوئی پوچھے کہ پھر سارے قرآن میں کسی جگہ بھی شین معجمہ نہ ہوتا، آخر دوسری آیتوں میں آپ ﷺ نے شین کو کس طرح ادا کیا تھا ؟ محدثین نے تو اس روایت کو بھی موضوع کہا ہے جس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نسبت

---

(۱) خطبات حکیم الامت: جاہل صوفیاء، ۱۷۹/۱۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اذان میں شین کو سین بولتے تھے، اور ظاہر ہے کہ وہ تو حبشی تھے جن کے وطن ہی کے نام میں شین موجود ہے وہ تو خوب موٹا شین اَدا کرتے ہوں گے، جیسا کہ پانی پت قراء تفشی [حرف کا پڑھنا] کرتے ہیں کہ منہ بھر کے شین کو ادا کرتے ہیں۔۔۔"۔[۱]

* * * * *

(۱) خطبات حکیم الامت: مومن کا خاصہ، ۲۱/۱۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر:۲۲

روایت : "میں عادل بادشاہ (نوشیرواں) کے زمانے میں پیدا ہوا ہوں"، اس کی کچھ اصل نہیں

حدیث: "میں عادل بادشاہ (نوشیرواں) کے زمانے میں پیدا ہوا ہوں"، اس کی کچھ اصل نہیں، اور حلیمی رحمہ اللہ نے "شعب" میں کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں [یہاں تک حافظ سخاوی رحمہ اللہ کا کلام مکمل ہوا] ۔ [حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] اور بعض کتابوں میں جو پایا جاتا ہے جیسا "بوستان" میں ہے: ؎

سزد گر بدورش بنازم چناں   کہ سید بد ور ان نوشیرواں

اس کا جواب ابھی (اوپر) گزر چکا ہے (یعنی حسنِ ظن بالراوی کی بناء پر نقل کردیا)۔[1]

* * * * *

---

(۱) التشرف: ص:۷۸، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف: حدیث زمان پیدائش کی صحت، ص: ۱۶۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

دوسرے انداز سے

روایت: ”میں بادشاہ عادل (نوشیرواں) کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں“

حدیث: میں بادشاہ عادل کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں، [حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] اس کی کچھ اصل نہیں اور حلیمی رحمہ اللہ نے ”شعب“ میں کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ [حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] باقی سعدی رحمہ اللہ کا جو شعر ہے:

سزد گر بدورش بنازم چنان کہ سید بدوران نوشیروان [كذا في الأصل]

سو اس کا بار اس شخص پر ہے جس نے تقریراً یا تحریراً اس کی حکایت کی ہے، اور شیخ معذور ہیں (کہ راوی پر حسنِ ظن کر کے نقل کر دیا) اور یہی عذر ہے تمام ان غیر ثابت حدیثوں میں جن کو صوفیہ اپنے کلام میں لے آئے ہیں۔[1]

* * * * *

---

(۱) التشرف: ص:۱۳۴، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف: حدیث غیر ثابت، ص: ۱۹۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔ حافظ ابو عبد اللہ حلیمیؒ (المتوفی: ۴۰۳) کے قول پر امام بیہقیؒ نے ”شعب الایمان“ (۷/ ۱۶۷) میں، حافظ زرکشیؒ نے ”اللآلی المنثورہ“ (ص: ۱۳۰) میں اکتفاء کیا ہے، اسی طرح علامہ محمد بن محمد درویشؒ نے ”اسنی المطالب“ (رقم: ۱۶۴۸) میں، علامہ شوکانیؒ نے ”الفوائد المجموعہ“ (رقم: ۱۰۲۵) میں، علامہ محمد امیر مالکیؒ نے ”النخبہ البہیہ“ (رقم: ۴۰۵) میں، علامہ احمد بن عبد الکریم غزیؒ نے ”الجد الحثیث“ (ص: ۷۵) میں، ملا علی قاریؒ نے ”المصنوع“ (رقم: ۳۹۰) میں اسے بے اصل، باطل قرار دیا ہے۔

روایت نمبر: ۲۳

روایت: ''وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے''، اس حدیث پر مطلع نہیں ہوں

حدیث: وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے، [حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] میں اس حدیث پر مطلع نہیں ہوا۔

ف: [بعض کتب تصوف میں پائے جانے کا] عذر وہی ہے جو ابھی «إن بلا لا» میں اور بعثت [یعنی میں عادل بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا ہوں] میں گزرا [یعنی حسنِ ظن بالراوی کی بناء پر نقل کیا ہوگا]۔[1]

* * * * *

---

(۱) التشرف : ص:۷۹، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف : حب الوطن داخل ایمان نہیں ہے ، ص : ۱۶۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ ،ملتان۔

امام سخاویؒ کی طرح امام سیوطیؒ نے ''الدرر المنتثرہ'' (رقم: ۱۹۰) میں، علامہ محمد امیر مالکیؒ نے ''النخبہ البہیہ'' (رقم: ۱۰۳) میں اس روایت کے عدمِ معرفت کے قول کو اختیار کیا گیا ہے، نیز علامہ صغانیؒ نے ''موضوعات'' (ص: ۵۳) میں، علامہ محمد بن محمد درویشؒ نے ''اسنی المطالب'' (رقم: ۵۵۱) میں اس روایت کو من گھڑت، اور ملا علی قاریؒ نے ''المصنوع'' (رقم: ۱۰۶) میں اسے بے اصل کہا ہے، علامہ احمد بن عبد الکریم غزیؒ نے ''الجد الحثیث'' (ص: ۸۵) میں اس کے حدیث ہونے کی نفی کی ہے۔

روایت نمبر: ۲۴

روایت : ''دنیا آخرت کی کھیتی کی جگہ ہے''، اس روایت کی آگاہی نہیں، لیکن اس کا مضمون قرآن مجید میں موجود ہے

حدیث : ''دنیا آخرت کی کھیتی کی جگہ ہے''، [حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] میں اس پر آگاہ نہیں ہوا۔

ف: میں کہتا ہوں [حضرت تھانوی رحمہ اللہ]، لیکن اس کا مضمون قرآن مجید میں موجود ہے اس آیت میں : ''اللہ تعالیٰ نے تجھ کو (دنیا میں) جو دے رکھا ہے تو اس میں آخرت کی بھی جستجو کر،اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر''۔ [سورۃ القصص، الآیۃ : ۷۷]۔(۱)

* * * * *

(۱) التشرف: ص:۸۷،مکتبہ محبوب المطابع،دہلی۔ التشرف : دنیا آخرت کی کھیتی ہے، کی صحت کی تحقیق اور اس کے معنی، ص: ۱۷۲،ادارہ تالیفات اشرفیہ،ملتان۔

علامہ صغانیؒ نے اسے ''موضوعات'' (رقم:۱۰۶) میں ذکر کیا ہے،نیز حافظ سخاویؒ کے قول پر ملا علی قاریؒ نے ''المصنوع'' (رقم:۱۳۵) میں، علامہ عجلونیؒ نے ''کشف الخفاء'' (رقم:۱۳۲۰) میں، علامہ احمد بن عبدالکریم غزیؒ نے ''الجد الحثیث'' (ص:۱۰۱) میں، علامہ قاوقجیؒ نے ''اللؤلؤ المرصوع'' (رقم:۲۰۴) میں، علامہ محمد بن محمد درویشؒ نے ''اسنی المطالب'' (رقم:۶۸۰) میں اکتفاء کیا ہے۔

روایت نمبر: ۲۵

روایت: ''مؤمن کا لعاب شفا ہے''، اس کے الفاظ ثابت نہیں، لیکن مضمون صحیح ہے

حدیث: ''مؤمن کا لعاب شفا ہے''، [حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] اس کا مضمون صحیح ہے (گو الفاظ ثابت نہیں) [حضرت تھانوی رحمہ اللہ، حافظ سخاوی رحمہ اللہ کے کلام کو مختصر کرتے ہوئے فرماتے ہیں] چنانچہ صحیحین میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے لعاب سے شفا حاصل کرنے کی دعا مذکور ہے۔

ف: اسی سے ''سؤر المؤمن شفاء''، کا مضمون بھی ثابت ہو گیا، اور اہل طریق میں بزرگوں کی کھائی ہوئی چیز سے برکت حاصل کرنا، کثرت سے مُعتاد ہے۔[1]

* * * * *

---

(۱) التشرف: ص:۸۹، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف: مؤمن کا لعاب شفاء ہے، ص: ۱۷۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

ملا علی قاریؒ نے ''المصنوع'' (رقم: ۱۴۴) میں اس روایت کے مرفوع ہونے کی نفی کی ہے، علامہ عجلونیؒ نے ''کشف الخفاء'' (رقم: ۱۴۲۰) میں حافظ سخاویؒ اور ملا علی قاریؒ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے، نیز علامہ نجم الدین غزیؒ نے ''اتقان ما یحسن'' (رقم: ۹۱۵) میں، علامہ احمد بن عبدالکریم غزیؒ نے ''الجد الحثیث'' (رقم: ۲۰۳) میں اس کے حدیث ہونے کی نفی کی ہے۔

روایت نمبر: ۲۶

روایت: ''قلب خانۂ خداہے''، لفظاًاس کی کوئی اصل نہیں، البتہ اس کے قریب المعنیٰ ایک دوسری روایت ثابت ہے

حدیث: ''قلب خانۂ خداہے''۔ [حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] مرفوع میں اس کی کوئی اصل نہیں ۔ میں [حضرت تھانوی رحمہ اللہ] کہتا ہوں مطلب یہ ہے کہ لفظاً اس کی کوئی اصل نہیں، کیونکہ ''مقاصد'' کے حرف میم، ما وسعني سمائي إلخ کی تحقیق میں یہ مضمون ہے کہ طبرانی رحمہ اللہ نے ابو عتبہ [اصل میں اسی طرح ہے البتہ المقاصد الحسنہ کے دستیاب نسخے میں عنبہ ہے] خولانی رحمہ اللہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ''اہل ارض میں اللہ تعالیٰ کے بہت ظروف ہیں، اور تمہارے رب کے ظروف اس کے صالح بندوں کے قلوب ہیں،اور ان سب میں اس کو زیادہ محبوب وہ قلوب ہیں جو سب میں زیادہ نرم اور رفیق ہوں''۔

[حافظ سخاوی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں] اور اس کی سند میں بقیہ بن ولید ہے جو مدلس ہے،لیکن اس نے حدثني یا حدثنا صریحاً کہا ہے (پھر تدلیس مضر نہیں)۔نیز میں [حضرت تھانوی رحمہ اللہ] کہتا ہوں کہ ظروف اور خانہ دونوں معنیٰ قریب قریب ہیں اور دونوں میں ذکر یا محبت وغیرہ مقدر کیا جائے گا

(یعنی بیت محبۃ الرب وآنیۃ محبۃ اللہ) کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے بالاتر ہے کہ وہ کسی شے میں حلول فرمائے، اور اس پر محمول کیا جائے گا بعض عشاق کا یہ قول:

؎ بر تو حسنت الخ

یا اور کوئی قول جس میں انہوں نے کہیں ارض اللہ، کہیں محل تجلی، کہیں اس کا ہم معنی کہہ دیا ہے۔[1]

روایت نمبر: ۲۷

روایت: "باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک خزانہ تھا۔۔۔"۔

یہ نبی ﷺ کا کلام نہیں ہے، لیکن اس کا مضمون صحیح ہے

حدیث: [باری تعالیٰ فرماتے ہیں] "میں ایک خزانہ تھا جس کو کوئی نہیں پہچانتا تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں سو میں نے مخلوق کو پیدا کیا اور ان کو اپنی پہچان دی، پھر انہوں نے مجھ کو پہچانا"۔ [حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ نبی ﷺ کا کلام نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی سند

---

(۱) التشرف: ص:۹۶، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف: قلب خانہ خدا ہے، ص: ۱۷۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کا آپ ﷺ سے سنداً ثبوت نہیں ہے، دیکھئے: "مجموع الفتاوی" (۱۸/۱۷)۔ حافظ ابن تیمیہؒ کے انتساب سے ملا علی قاریؒ نے "المصنوع" (رقم:۳۳۱) میں، علامہ ابن عرّاقؒ نے "تنزیہ الشریعہ" (۱۴۸/۱) میں، علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے "تذکرۃ الموضوعات" (ص:۳۰) میں اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے، علامہ محمد بن محمد درویشؒ نے "اسنی المطالب" (رقم:۱۰۲۲) میں، امام سیوطیؒ نے "الدرر المنتثرۃ" (رقم:۳۱۷) میں، علامہ محمد امیر مالکیؒ نے "النخبۃ البہیۃ" (رقم:۱۰۳) میں اس روایت کو بے اصل کہا ہے۔

معلوم ہوئی، نہ صحیح نہ ضعیف، اور زَرْکَشی رحمہ اللہ اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ (بھی اس حکم میں) ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے تابع ہوئے۔

ف: [حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں] لیکن یہ مضمون صحیح ہے اور حدیث «إن الله جميل يحب الجمال» [یعنی اللہ خوب رُو ہے، خوبصورتی کو پسند کرتا ہے] سے مستنبط ہے، جیسا کہ احقر نے اپنی بعض تالیفات میں بیان کیا ہے، چنانچہ ''النکت الدقیقہ'' کے مضمون ہشد ہم میں بھی مذکور ہے۔[1]

ایک دوسرے انداز سے

روایت: «كنت كنزا مخفيا...». (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔۔۔) یہ حدیث ان الفاظ سے محدثین کے نزدیک ثابت نہیں، مگر مضمون صحیح ہے

''۔۔۔ ایک حکمت [آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی حکمتوں میں] تو یہ تھی جو بعض عارفین نے بیان کی ہے کہ منشاء تکوین عالم محبت ہے، جیسا کہ «كنت كنزا مخفيا فأحببت أن أعرف، فخلقت الخلق» سے معلوم ہوتا ہے، گو یہ حدیث ان الفاظ سے محدثین کے نزدیک ثابت نہیں، مگر مضمون حدیث صحیح ہے [كذا في الأصل]،

(١) التشرف : ص:٩٩، مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔ التشرف : حدیث کنت کنزا مخفیا کی تحقیق، ص: ١٧٨، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

جو حدیث:«إن الله جميل يحب الجمال» (اور اللہ تعالیٰ جمیل ہے، جمال کو محبوب رکھتا ہے) سے ثابت ہے۔۔۔"۔(۱)

روایت نمبر: ۲۸

"ستائیس رجب کا روزہ، ثواب میں ہزار روزوں کے برابر ہے"، شریعت میں اس کی کوئی قوی اصل نہیں

"اس کو عام لوگ مریم روزہ کا چاند کہتے ہیں، اور اس کی ستائیس تاریخ میں روزہ رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں کہ ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے، شرع میں اس کی کوئی قوی اصل نہیں، اگر نفل روزہ رکھنے کو دل چاہے، اختیار ہے۔ خدائے تعالیٰ جتنا چاہیں ثواب دیدیں، اپنی طرف سے ہزار یا لاکھ مقرر نہ سمجھے، بعضی جگہ اس مہینے میں تبارک کی روٹیاں پکتی ہیں، یہ بھی گھڑی ہوئی بات ہے، شرع میں اس کا کوئی حکم نہیں، نہ اس پر کوئی ثواب کا وعدہ ہے، اس واسطے ایسے

---

(۱) اشرف الجواب: باب اول، آپ ﷺ کے نکاح کرنے کی حکمتیں، ص: ۴۷، دارالاشاعت، کراچی۔

حافظ ابن تیمیہؒ، امام زرکشیؒ وغیرہ کے اقوال پر، ملا علی قاریؒ نے "المصنوع" (رقم: ۲۳۲) میں، علامہ عجلونیؒ نے "کشف الخفاء" (رقم: ۲۰۱۶) میں، علامہ ابن عرّاقؒ نے "تنزیہ الشریعہ" (۱۴۸/۱) میں، علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے "تذکرۃ الموضوعات" (ص: ۱۱) میں، علامہ احمد بن عبدالکریم غزیؒ نے "الجد الحثیث" (رقم: ۳۶۲) میں اکتفاء کیا ہے۔

کام کو دین کی بات سمجھنا گناہ ہے''۔[1]

ایک دوسرے انداز سے

''مریم روزہ'' بے اصل ہے

''اس ماہ کا نام مریم روزہ عوام مستورات [کذا في الأصل] میں مشہور ہے، اور ''ماثبت بالسنہ'' میں شیخ [عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ] کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لقب، ۱۵ تاریخ کا مشہور تھا، اور پھر اس کو بھی بے اصل فرمایا ہے''۔[2]

(۱) بہشتی زیور: حصہ ششم، رجب کی رسموں کا بیان، ص:۵۰۸، دارالاشاعت، کراچی۔
حافظ ابن حجرؒ نے میں ''تبیین العجب'' (ص: ٦٣) میں ۲۷ رجب کے روزے کی روایت کو موضوع روایات کے تحت لکھا ہے، اور علامہ لکھنویؒ نے ''الآثار المرفوعہ'' (ص: ۵۸) میں حافظ ابن حجرؒ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے۔

(۲) زوال السنۃ عن اعمال السنۃ، یعنی سال بھر کے مسنون اعمال: رجب، ص: ۱۵، ادارہ اسلامیات، لاہور۔
علامہ لکھنویؒ نے بھی ''الآثار المرفوعہ'' (ص: ۸۷) میں شیخ عبد الحق دہلویؒ کے کلام پر اکتفاء کیا ہے، علامہ لکھنویؒ کی عبارت ملاحظہ ہو:

«فائدة: قد كنت لما سافرت من الوطن مع الوالدين المرحومين إلى حيدر آباد الدكن في سنة أربع وثمانين بعد الألف والمائتين من الهجرة على صاحبها أفضل الصلوات والتحية، دخلت بلدة حيدر آباد في اليوم الخامس عشر من رجب، فلقيني بعض مشايخها وقال: مرحبا نعم المجيء جئت، ما أحسن وصولك في اليوم المبارك يوم الاستفتاح، فقلت في نفسي: لعل لهذا اليوم فضلا ثابتا بالرويات، ثم طلبت ذلك من مظانه فلم أجد لذلك أصلا، ثم وقفت على كلام الشيخ الدهلوي في ما «ثبت بالسنة»: اعلم أنا لم نجد في كتب الأحاديث لا إثباتا ولا نفيا ما اشتهر بينهم من تخصيص الخامس عشر من رجب بالتعظيم والصوم والصلاة، وتسميته بيوم الاستفتاح، وتسميته بمريم روزه انتهى. فعلمت أنه ليس إلا من جنس الأمور المشهورة بين الصوفية مما ليس له أصل في كتب الشريعة».

روایت نمبر: ۲۹

پہلی اُمتوں کے کچھ لوگ بندر ہوگئے تھے، اور یہ بندر انہیں کی نسل کے ہیں، یہ بالکل غلط ہے

''اسی طرح یہ جو مشہور ہے کہ پہلی اُمتوں کے کچھ لوگ بندر ہوگئے تھے، یہ بندر انہیں کی نسل کے ہیں یہ بالکل غلط ہے، حدیث میں آگیا ہے کہ وہ بندر سب مرگئے تھے، ان کی نسل نہیں چلی، یہ جانور ''بندر'' پہلے سے بھی تھا، یہ نہیں کہ بندر انہیں سے شروع ہوئے ہیں''۔[1]

روایت نمبر: ۳۰

روایت: ''اے علی رضی اللہ عنہ! تمھارا گوشت میرا گوشت ہے، اور تمھارا خون میرا خون ہے''، یہ حدیث ثابت نہیں

''ایک فرقہ ضالہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل، ایک حدیث سے ثابت کی ہے، جس میں حضرت کی نسبت «لحمك لحمي ودمك دمي» [یعنی اے علی رضی اللہ عنہ! تمہارا گوشت میرا گوشت ہے، اور تمھارا خون میرا خون ہے] آیا ہے، اور استدلال اس طرح کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں،

---

(۱) بہشتی زیور: حصہ دہم، اصلی بہشتی زیور کا ضمیمہ، ص: ۸۴۰، دارالاشاعت، کراچی۔

امام قرطبیؒ نے بھی اپنی ''تفسیر'' (۲/ ۱۷۰) میں اور علامہ آلوسیؒ نے ''روح المعانی'' (۱/ ۲۸۳) میں یہی تفصیل ذکر کی ہے۔

اس لئے ان کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو خلافت کا استحقاق نہیں تھا، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں، دوسرے میں کہتا ہوں کہ اگر اس سے عینیتِ حقیقیہ مراد ہے تو اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ خلیفہ تو غیر ہی ہونا چاہیے کوئی شخص خود خلیفہ نہیں ہوا کرتا۔۔۔''۔[۱]

روایت نمبر: ۳۱

روایت: «أنا عرب بلا عين». **میں بلا عین، عرب ہوں (معاذاللہ)۔**

یہ گھڑی ہوئی حدیث ہے

''بعض لوگوں نے اس مضمون کی احادیث بھی گھڑی ہے جن سے معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا ہونا ثابت کیا ہے، چنانچہ ایک حدیث یہ گھڑی ہے: «أنا عرب بلا عين». اس کے الفاظ ہی بتلا رہے ہیں کہ کسی جاہل نے فرصت میں بیٹھ کر گھڑی ہے، بھلا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس چیستان [پہیلی] کی کیا ضرورت تھی، آپ نے صاف ہی کیوں نہ فرمایا: «أنا رب». ہیر پھیر کے ساتھ

---

(۱) اشرف الجواب: باب دوم، گمراہ فرقہ کا غلط دعویٰ، ص: ۷۰، دار الاشاعت، کراچی۔

امام جوزقانیؒ نے ''الاباطیل والمناکیر'' (رقم: ۱۶۵) میں اسے منکر کہا ہے، نیز حافظ ابن جوزیؒ، حافظ ذہبیؒ، اور حافظ ابن عرّاقؒ کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے، دیکھئے: ''العلل المتناہیہ'' (رقم: ۳۳۲)، ''میزان الاعتدال'' (رقم: ۲۵۸۷و۱۸۷۹)، ''تنزیہ الشریعہ'' (۱/۴۰۳)۔

«أنا عرب بلا عين» کہنے کی کیا ضرورت تھی، پھر اس سے مدعا کیونکر حاصل ہوا، کیونکہ عرب میں بامشدّد نہیں ہے، مخفّف ہے تو عین نکال کر ''رَب'' بلا تشدید باقی رہا،اور یہ کوئی لغت نہیں ہے، رَبّ بالتشدید ثابت نہ ہوا۔

دوسرے آپ عرب کہاں تھے، آپ تو عربی تھے، پھر «أنا عرب» میں حمل کیوں کر صحیح ہوگا، حدیث ہی گھڑی تو ایسی جس کے سر نہ پاؤں، جس میں ایک ادنیٰ طالب علم بھی غلطیاں نکال سکتا ہے، حالانکہ حضور ﷺ ایسے فصیح وبلیغ تھے کہ آپ کے کلام میں کسی کی مجال نہیں کہ انگلی بھی دھر سکے، اسی لئے محدثین نے فرمایا ہے کہ رکاکتِ الفاظ بھی حدیث کے موضوع ہونے کی علامت ہے، اور یہاں تو رکاکتِ الفاظ کے ساتھ مضمون بھی رکیک ہے، کیونکہ اس سے ربّ ہونا نہیں نکلتا، بلکہ ''رب'' نکلتا ہے، اور ''رب'' بلا تشدید ایک مہمل لفظ ہے''۔(۱)

* * * * *

(۱) اشرف الجواب: باب دوم، بعض لوگوں نے حضور ﷺ کے خدا ہونے کی حدیثیں گھڑی ہیں، ص: ۸۲، دارالاشاعت، کراچی۔

روایت نمبر: ۳۲

روایت: «أنا أحمد بلاميم». **میں بلا میم، احمد ہوں (معاذ اللہ)۔**

یہ گھڑی ہوئی حدیث ہے

ایک حدیث یہ گھڑی ہے: «أنا أحمد بلاميم». [نعوذ باللہ] یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ احمد جام رحمہ اللہ کا قول ہے، جو ان سے حالتِ سکر (مستی وبے ہوشی) میں صادر ہوا، اور قابل تاویل ہے، اور اگر تاویل نہ کی جائے تو قابل رد ہے، کیونکہ غلبہ حال کے اقوال وافعال قابل اعتبار نہیں ہوتے۔(۱)

سابقہ مضمون ایک دوسرے انداز سے

روایت: «أنا عرب بلاعين». **میں بلا عین عرب ہوں،**

اسے کسی جاہل نے گھڑا ہے

"۔۔۔ بعض جہلاء نے حدیث گھڑلی ہے کہ «أنا عرب بلاعين». میں بلاعین عرب ہوں (یعنی رب ہوں، نعوذ باللہ ۱۲) اس جاہل کو یہ خبر نہ ہوئی کہ اول تو عرب قوم کا نام ہے، جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے بڑے فصیح وبلیغ،

(۱) اشرف الجواب: باب دوم، بعض لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدا ہونے کی حدیثیں گھڑی ہیں، ص: ۸۲، دارالاشاعت، کراچی۔

''عربی'' کے بجائے ''عرب'' فرماتے؟ دوسرے عرب کی ''بے'' مشدّد نہیں، اور رب کی مشدّد ہے، اگر عین کو حذف کر دیا جائے تو ''ربْ'' رہ جائے، ''ربّ'' تھوڑا ہی ہوگا، سو یہ عبارت ہی خود اپنے مخترع ہونے پر دال ہے، جیسا کہ کسی نے کہا ہے: «سَبُوْحٌ لَهَا مِنْهَا عَلَيْهَا شواهدُ». (یعنی اس حدیث کے مخترع ہونے پر اس کی عبارت ہی سے دلائل قائم ہیں ۱۲) پس حدیث ہی خود بتا رہی ہے کہ میں موضوع (گھڑی ہوئی ۱۲) ہوں، اور وضاع (گھڑنے والا ۱۲) بھی کوئی بالکل ہی جاہل ہے۔۔۔''۔

اسی طرح اس کو بھی حدیث بنالیا: «أنا أحمد بلاميم». (میں بلا میم کا احمد یعنی احد ہوں ۱۲) حالانکہ یہ حضرت جام رحمۃ اللہ علیہ [كذا في الأصل] کا قول ہے جو سُکر میں صادر ہوا ہے۔۔۔''۔[1]

* * * * *

---

(۱) خطبات حکیم الامت: شان عبدیت، ۲۲۲/۱۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۳۴

روایت: ”میں نے اپنے رب کو مدینہ کی گلیوں میں پھرتے دیکھا“ (معاذ اللہ)۔

یہ گھڑی ہوئی حدیث ہے

ایک حدیث یہ گھڑی ہے: «رأيت ربي يطوف في سِكَك المدينة» (میں نے اپنے رب کو مدینہ کی گلیوں میں پھرتے دیکھا) [نعوذ باللہ] یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، کہ انہوں نے آپ کو گلیوں میں دیکھا تو فرمایا: «رأيت ربی يطوف فی سِكَك المدينة». کہ میں نے خدا کو مدینہ کی گلیوں میں گھومتے ہوئے دیکھا [نعوذ باللہ]، بس پھر تو ہر صوفی خدا ہو گیا، جیسے جاہل صوفی کہتا ہے ۔نعوذ باللہ- اللہ جسے کہتے ہیں، واللہ میں ہی ہوں [نعوذ باللہ]۔[1]

* * * * *

(۱) اشرف الجواب: باب دوم، بعض لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا ہونے کی حدیثیں گھڑی ہیں، ص: ۸۲، دارالاشاعت، کراچی۔

روایت نمبر: ۳۴

یہ قصہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو کسی سائل کو دے دیا اور اس نے بیچ ڈالا، بالکل غلط ہے اور لغو ہے

''معجزۂ آل نبی '' جس میں یہ قصہ لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو کسی سائل کو دے دیا اور اس نے بیچ ڈالا، بالکل غلط ہے اور لغو ہے۔(۱)

ایک دوسرے انداز سے

یہ قصہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو کسی فقیر کو ہبہ کر دیا تھا، اور اس نے کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا تھا، بالکل لغو اور جھوٹ ہے

''۔۔۔ اس وقت لوگوں نے نصابِ تعلیم بھی اپنی رائے سے تجویز کر لیا، چنانچہ مَردوں نے تو یہ نصاب مذکور تجویز کیا، یعنی بددینوں کی تالیفات، اور عورتوں کے موضوع قصے کہانیوں کی کتابیں تجویز کیں، جیسے: ''معجزہ آل نبی'' وغیرہ جس کا مہمل ہونا نام ہی سے ظاہر ہے، کیونکہ معجزہ آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہیں ہوتا، دوسرے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں

---

(۱) اشرف الجواب: باب دوم، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ایسا مبالغہ جس سے دیگر انبیاء کی توہین ہو جائز نہیں، نیز بعض غیر معتبر رسائل کی تردید، ص: ۱۳۰، دارالاشاعت، کراچی۔

نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کو کسی فقیر کو ہبہ کر دیا تھا، اور اس نے کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا تھا، اور ایسے قصے پڑھنے والے تو جاہل ہی ہیں۔

ان جاہلوں سے بڑھ کر بعض مولویوں نے یہ غضب کیا ہے کہ نفع تجارت کے لئے وہ قصہ چھاپا، اور چونکہ موضوع کی اشاعت ناجائز ہے، اپنے کو بَری کرنے کے لئے آخیر میں یہ لکھ دیا کہ یہ قصہ موضوع طبع ہوا: اول تو آپ کو اس کی اشاعت کی کونسی دینی ضرورت تھی، پھر یہ کہ عوام تو موضوع کے معنی بھی نہیں سمجھتے، اگر لکھنا تھا تو یہ لکھتے کہ یہ قصہ بالکل لغو اور جھوٹ ہے، اس کا پڑھنا جائز نہیں، لیکن اگر ایسا لکھتے تو وہ بِکتا کہاں! خدا بچائے ایسے دین فروشوں سے، اسی لئے کہا ہے: ؎

بد گُہر را علم و فن آموختن دادن تیغست دستِ راہزن

(نااہل کو علم دین سکھانا، ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے)۔۔۔"۔[1]

* * * * *

(۱) خطبات حکیم الامت: دین کی دوستی، ۳/۲۷۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۳۵

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حکایت ہے، بالکل غلط ہے

اسی طرح حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی حکایت جو مشہور ہے، بالکل غلط ہے۔[1]

روایت: ”علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں بھی ہو“، یہ حدیث محدثین کے نزدیک ثابت ہی نہیں

”جتنے فضائل احادیث میں علم کے لئے وارد ہیں، انگریزی تعلیم پر بھی ان کو جاری کرتے ہیں، اور اس کے متعلق یہ حضرات ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں: «اطلبوا العلم ولو بالصين». ترجمہ: علم کو طلب کرو اگرچہ چین

---

(۱) اشرف الجواب: باب دوم، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ایسا مبالغہ جس سے دیگر انبیاء علیہم السلام کی توہین ہو جائز نہیں، نیز بعض غیر معتبر رسائل کی تردید، ص: ۱۳۰، دار الاشاعت، کراچی۔

اس قصہ کو حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ نے ”کتاب الموضوعات“ (۳۰۱/۱) میں، حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے ”اللآلی المصنوعہ“ (۲۵۷/۱) میں، علامہ ابن عرّاق رحمہ اللہ نے ”تنزیہ الشریعہ“ (۳۳۱/۱) میں، علامہ لکھنوی رحمہ اللہ نے ”الآثار المرفوعہ“ (ص: ۴۰) میں من گھڑت کہا ہے۔

راقم الحروف نے اس قصہ کی تحقیق کتاب ”غیر معتبر روایات“ (ص: ۱۰۰) میں لکھی ہے، حاصل یہ ہے کہ عکاشہ نامی ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا مطالبہ کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قصاص لینا چاہتا ہوں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ میری برہنہ پیٹھ پر چھڑی چبوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو پیش کر دیا، اس پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم غمناک ہو گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ اپنے آپ کو پیش کرنا شروع کر دیا، حتیٰ کہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے آپ کو پیش کر دیا، لیکن وہ شخص نہ مانا، بالآخر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص کے لئے اپنی پیٹھ خالی کی تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوسہ لے لیا، اور کہا کہ میں بس یہی چاہتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہے تو اسے دیکھ لے۔ یہ قصہ اس تفصیل کی ساتھ تو من گھڑت ہے، البتہ اس جیسا ایک دوسرا مختصر واقعہ سواد بن غزیّہ نامی صحابی رضی اللہ عنہ کا ثابت ہے۔

میں بھی ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چین سے طلب علم کی ترغیب دی ہے، حالانکہ اس وقت چین میں دین کا علم بالکل نہ تھا، بلکہ محض دنیاوی علم تھا، معلوم ہوا کہ حضور ﷺ مطلق علم کی ترغیب دے رہے ہیں، خواہ دنیا کا علم ہو یا دین کا، پس انگریزی بھی علم ہے، اور اس حدیث کے تحت میں داخل ہے، ان لوگوں کو اول تو اس حدیث کا ثبوت دینا چاہیے، ان الفاظ سے یہ حدیث محدثین کے نزدیک ثابت ہی نہیں۔

«قلت: ذكر له في المقاصد طريقين، وقال : هو ضعيف من الوجهين، وقال ابن حبان: إنه باطل لا أصل له، وأخرجه ابن الجوزي في الموضوعات، قال: وأخرجه البيهقي في الشعب، قلت: قد التزم أن لايخرج موضوعا فالأشبه عليه بالضعيف، والضعيف لايحتج به، فالأحكام جامع [كذا في الاصل]».

اور اگر ثابت بھی ہو تب بھی ان لوگوں کا مدعا اس سے حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ انہوں نے لفظ ''ولو'' پر نظر نہیں کی، یہ لفظ فرض کے لئے آتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض میں، چین میں بھی علم ہو تو وہاں سے بھی کوشش کر کے حاصل کرنا چاہیے، اور فرض اسی چیز کو کہا جاتا ہے جو معدوم و مستبعد ہو، موجودہ کو فرض نہیں کیا جاسکتا، معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی مراد اس حدیث سے وہی ہے جو چین میں اس وقت موجود نہ تھا، اس لئے بطور فرض کے فرما رہے

ہیں کہ اگر وہاں بھی ہو تو حاصل کرو اور وہ علم دین ہی ہے۔۔۔"۔(۱)

ایک دوسرے انداز سے

روایت: "علم حاصل کرو، خواہ چین ہی سے ہو"، محدثین نے اس کو ضعیف، بلکہ بعض نے بے اصل کہا ہے

اگر آج کل کے نوجوانوں کو یہ تفسیر بالسیاحت [ماقبل سیاحت کا مضمون چل رہا ہے] اس آیت کی مل جاتی تو وہ اسی سے اکتشافاتِ جدیدہ اور سیاحتِ متعارفہ کو ثابت کر لیتے، جیسے انہوں نے انگریزی تعلیم کا ثبوت «اطلبوا العلم ولو بالصين» سے نکالا ہے، اور استدلال اس طرح کیا کہ حضور ﷺ نے چین سے بھی طلبِ علم کا امر فرمایا ہے، حالانکہ وہاں اس وقت علم دین بالکل نہ تھا، محض مصنوعات کا علم تھا، معلوم ہوا کہ یہ علم بھی شرعاً مطلوب ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ حدیث ثابت نہیں، محدثین نے اس کو ضعیف بلکہ بعض نے بے اصل کہا ہے:

«قال السخاوي في المقاصد بوجهين [كذا في الأصل] عن أنس: وهو ضعيف من الوجهين، بل قال ابن حبان: إنه باطل لا أصل له، وذكره ابن الجوزي في الموضوعات».(ص: ۳۰)

---

(۱) اشرف الجواب: باب چہارم، جنٹلمینوں کا انگریزی کو علم میں شمار کرنا غلطی ہے، ص: ۴۳۴، دارالاشاعت، کراچی۔

دوسرے اگر بطریقِ تنزل اس کو مان بھی لیا جائے تو خود اس حدیث ہی کے الفاظ سے معلوم ہو تا ہے کہ حضور ﷺ اس میں ایسے علم کی تحصیل کا ذکر فرمارہے ہیں جو چین میں نہ تھا، کیوں کہ اس میں لفظ "ولو" ہے جو کہ لغةً فرض وتقدیر کے لئے ہے، اور فرض معدومات کے ساتھ خاص ہوتا ہے، موجودات کو فرض نہیں کیا جاتا، اب تو اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ ایسے علم کی تاکید فرمارہے ہیں جو چین میں اس وقت مفقود تھا،اور بطور فرض کے فرمارہے ہیں کہ اگر چہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ہو، اور وہ علم دین ہے نہ کہ علم مصنوعات۔۔۔"۔[1]

* * * * *

(۱) خطبات حکیم الامت: سیاحت الدین، ۱۰/۱۷۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔
امام بزارؒ نے اپنی "مسند" (۱/۱۷۵) میں، حافظ ابن تیمیہؒ نے "مجموع الفتاوی" (۱۸/۲۲۰) میں، حافظ ابن جوزیؒ نے "کتاب الموضوعات" (۱/۲۱۵) میں، حافظ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" (۲/۳۳۵)، (۱/۱۰۷) میں اس روایت کو باطل، بے اصل، لایصح کہا ہے۔

روایت نمبر: ۳۷

روایت: ’’چالیس دن مسلسل گوشت کھانے سے دل پر سختی آجاتی ہے‘‘،
یہ حدیث نہیں

ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا حدیث شریف میں یہ ہے کہ چالیس دن مسلسل گوشت کھانے سے دل پر سختی آجاتی ہے۔ [حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے] فرمایا کہ حدیث شریف میں تو نہیں،بعض بزرگوں کا قول ہے، اور یہ بھی بزرگوں کا قول ہے کہ مسلسل نہ کھانے سے بھی دل سخت ہوجاتا ہے، غرض ہر چیز میں اعتدال مطلوب ہے۔(۱)

* * * * *

(۱) ملفوظات حکیم الامت: مسلسل چالیس دن گوشت کھانا یانہ کھانا برابر ہیں، ۱۸۷/۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔
امام غزالیؒ نے ’’احیاء علوم الدین‘‘(۸/ ۱۵۱۱) میں اسے حضرت علیؓ کا قول کہہ کر نقل کیا ہے، الفاظ یہ ہیں: «وقال علي كرم الله وجهه: من ترك اللحم أربعين يوما ساء خلقه، ومن داوم عليه أربعين يوما قسا قلبه».
اس قول کے پہلے حصے (من ترك اللحم أربعين يوما ساء خلقه) کے بارے میں حافظ ابن عراقؒ ’’تنزیہ الشریعہ‘‘(۲۶۲/۲) میں، اور علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ ’’تذکرۃ الموضوعات‘‘(ص:۱۴۶) میں اس طرف مائل ہیں کہ یہ آپ ﷺ کا قول نہیں ہے۔

روایت نمبر: ۳۸

دورانِ نماز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بدن سے تیر نکالنے والا مشہور قصہ، بے اصل ہے

"۔۔۔ ایک اور بے اصل قصہ مشہور کر رکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تیر لگا، اس کے نکالنے میں سخت تکلیف ہوتی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے نماز کی نیت باندھ لی، تیر نکال لیا گیا، آپ رضی اللہ عنہ کو خبر تک بھی نہ ہوئی، اس قصہ کی بھی کوئی اصل نہیں، خدا معلوم کہاں سے گھڑ لیتے ہیں۔۔۔"۔[1]

ایک دوسرے انداز سے

لوگوں نے نماز میں کمال کی یہ مثال مشہور کر رکھی ہے کہ بعض بزرگوں کو نماز میں تیر نکلنے تک کی خبر نہیں ہوئی

"۔۔۔ اور لوگوں نے کمال کی مثال میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ بعض بزرگوں کو نماز میں تیر نکلنے تک کی خبر نہیں ہوئی، اگر کسی کو یہ اطلاع نہ کی جاوے کہ [پہلے ذکر کردہ] دونوں واقعے کس کے ہیں تو وہ تیر کی خبر نہ ہونے والے کو کامل سمجھے گا، حالانکہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون کامل ہو سکتا ہے، مگر پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچوں تک کے رونے کی خبر ہوئی۔۔۔"۔[2]

---

(۱) ملفوظات حکیم الامت: بد فہم لوگوں کی حالت، ۷/۳۴۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

(۲) ملفوظات حکیم الامت: کام کی علامت، ۸/۶۱، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۳۹

سکندر رومی کا قصہ، جس میں یہ ہے کہ وہ آبِ حیات کی تلاش میں گیا، غلط ہے

فرمایا: حضرت نظامی رحمہ اللہ نے سکندر رومی کا قصہ لکھا ہے، اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ آبِ حیات کو گیا، اور یہ بھی لکھا ہے: ؎

مُرا خضر تعلیم گر بُوَد دوش   بہ رازے کہ باشد پذیرائے گوش

یعنی یہ قصہ مجھ کو خضر علیہ السلام نے تعلیم فرمایا، حالانکہ یہ قصہ غلط ہے، کیونکہ جو سکندر آبِ حیات کو گئے تھے وہ سکندر رومی نہ تھے، بلکہ سکندر ذوالقرنین تھے، سکندر رومی کے تو اسلام میں بھی شبہ ہے، اور سکندر ذوالقرنین کے پیغمبر ہونے میں شبہ ہے، تو حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے مکاشفات کے وقت پورے طور پر افاقہ نہیں ہوتا، بلکہ ایک قسم کی غیبت ہوتی ہے، اس وجہ سے سمجھنے میں بہت غلطی ہو جاتی ہے۔[1]

* * * * *

---

(۱) ملفوظات حکیم الامت: سکندر رومی کا قصہ، ۱۰/۲۹۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۴۰

""قصہ جس میں روح قبض کرنے والے فرشتے نے غلطی سے ایک دوسرے شخص کی روح قبض کرلی تھی"، یہ بالکل لغو قصہ ہے

""۔۔۔ فرمایا کہ بعضے قصے جو مشہور ہیں کہ کوئی شخص مر گیا،اور تھوڑی دیر میں وہ زندہ ہو گیا، اور دوسرا اس نام کا مر گیا، اور اس زندہ ہونے والے نے بیان کیا کہ مجھ کو کسی مقام پر لے گئے، وہاں حکم ہوا کہ نہیں اس کو نہیں بلایا، بلکہ فلانے کو بلایا تھا، تو فرمایا کہ بالکل لغو قصے ہیں، عزرائیل علیہ السلام غلطی نہیں کر سکتے۔۔۔"۔ (۱)

روایت نمبر: ۴۱

مشہور مصرع کہ "فلک پر دھوم تھی احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتے ہیں"، یہ جھوٹ ہے، حدیثِ بخاری کے خلاف ہے

مصرع مشہور ہوا کہ "فلک پر دھوم تھی احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتے ہیں"، ایک عالم فاضل نے کہا تھا: یہ جھوٹ ہے، حدیثِ بخاری کے خلاف ہے، اس میں ہے: «استفتح جبرئيل، قيل: من معك؟» [جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟] ان کو خبر ہی نہ تھی، دھوم کہاں؟(۲)

---

(۱) ملفوظات حکیم الامت: عزرائیلؑ جان قبض کرنے میں غلطی نہیں کرتے، ۱۳/۱۷۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

(۲) ملفوظات حکیم الامت: معراج کے متعلق ایک غلط قصہ، ۱۵/۷۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۴۲

”قصہ جس میں حضرت غوث پاک رحمہ اللہ نے ایک بڑھیا کے اپنے مرے ہوئے فرزند کے زندہ کرنے کے مطالبے پر ملک الموت سے روحوں کا تھیلا چھین لیا“، یہ حکایت غلط منسوب ہے

”۔۔۔ حضرت غوث پاک رحمہ اللہ کی طرف ایسی ایسی حکایتیں منسوب کی ہیں کہ خدا کی پناہ، چنانچہ ایک بڑھیا کا قصہ ہے کہ اس نے اپنے مرے ہوئے فرزند کے زندہ ہونے کی آپ رحمہ اللہ سے دعا چاہی،آپ رحمہ اللہ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی عمر ختم ہو چکی تھی اب زندہ نہیں ہو سکتا، آپ رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر عمر ختم نہ ہو چکی تو پھر آپ سے ہی کیوں کہتے، مگر پھر بھی دعا قبول نہ ہوئی، آپ رحمہ اللہ نے غصہ میں آکر ملک الموت کا تھیلا جس میں روحیں لئے جارہے تھے چھین کر کھول دیا،سب روحیں نکل بھاگیں، اور سب مردے زندہ ہوگئے، ملک الموت نے اللہ میاں سے شکایت کی، ارشاد ہوا کہ ہمارا محبوب ہے جانے دو۔۔۔“۔[1]

* * * * *

---

(۱) ملفوظات حکیم الامت: ملفوظات ۳۰، رمضان ۱۳۳۶ھ، ۱۹/۷/۱۰۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۴۳

روایت: ”شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں“، اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں

”اس پر سوال کیا گیا کہ مرید کے لئے تو شیخ کی مخالفت بہت ہی شدید ہو گی، حدیث میں ہے: «الشيخ في قومه كالنبي في أمته». [یعنی شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرید کو شیخ کی مخالفت نبی کی مخالفت کا سا حکم رکھتی ہے، فرمایا: اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں، اور اگر حدیث ہو بھی تو شیخ سے مراد بوڑھا ہے، کیونکہ اس زمانہ میں شیخ بمعنی پیر مستعمل نہ تھا۔۔۔“۔[۱]

روایت نمبر: ۴۴

مصافحہ میں انگوٹھوں کو دبانا، بے اصل ہے

فرمایا: مصافحہ کی ترکیب میں مشہور ہے کہ انگوٹھوں کو دبادے، یہ بے اصل ہے۔[۲]

---

(۱) ملفوظات حکیم الامت: حدیث: الشیخ فی قومہ موضوع ہے، ۲۰/۱۱۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔
حافظ ابن حبانؒ، حافظ ابن تیمیہؒ، حافظ ذہبیؒ، حافظ عراقیؒ، حافظ زرکشیؒ، حافظ ابن حجرؒ، حافظ سخاویؒ ان سب نے اسے موضوع کہا ہے، دیکھئے: ”تنزیہ الشریعہ“ (۱/۲۰۷)، ”اتحاف السادۃ المتقین“ (۱/۴۴۷).

(۲) ملفوظات حکیم الامت: مصافحہ کی مشہور ترکیب موضوع ہے، ۲۰/۱۸۱، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۴۵

روایت: ''انگوٹھوں میں رگِ محبت ہے''، یہ حدیث من گھڑت ہے

''۔۔۔اور یہ حدیث موضوع ہے کہ انگوٹھوں میں رگِ محبت ہے''۔ (۱)

میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کہنا، بے اصل ہے

فرمایا: کہ لوگ میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کہتے ہیں، شاید فرشتوں کو ڈراتے ہیں، (مطلب یہ کہ ایسا کرنا بے اصل ہے)۔ (۲)

* * * * *

---

(۱) ملفوظات حکیم الامت: مصافحہ کی مشہور ترکیب موضوع ہے، ۱۸۱/۲۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

''ردالمحتار'' (۵۴۸/۹) میں، دورانِ مصافحہ انگھوٹا پکڑنے کو سنت نقل کیا ہے، نیز بحوالہ قُہستانی نقل کیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ انگھوٹے میں ایک رگِ محبت کو ابھارتی ہے، عبارت ملاحظہ ہو: «(قوله: وتمامه إلخ) ونصه: وهي إلصاق صفحة الكف بالكف، وإقبال الوجه بالوجه، فأخذ الأصابع ليس بمصافحة خلافا للروافض، والسنة أن تكون بكلتا يديه، وبغير حائل من ثوب أو غيره، وعند اللقاء بعد السلام وأن يأخذ الإبهام، فإن فيه عِرْقا ينبت المحبة كذا جاء في الحديث ذكره القُهُسْتَانِي وغيره اهـ». بندہ کو روایت ہذا کا کوئی تذکرہ وسند کتبِ حدیث میں نہیں مل سکی۔

(۲) ملفوظات حکیم الامت: قبر پر اذان دینے کا کوئی ثبوت نہیں، ۱۹۹/۲۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

حافظ ابن حجر ہیتمیؒ نے ''الفتاوی الکبری الفقهیہ'' (۲۴/۲) میں قبر پر اذان دینے کو بدعت کہا ہے، نیز علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ''ردالمحتار'' (۵۰/۲)، (۱۴/۳) میں حافظ ابن حجر ہیتمیؒ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

روایت نمبر: ۴۷

''حضرت حوا ؑ کی قبر جدہ میں ہے''، یہ کسی نے گھڑ لیا ہے

فرمایا: حضرت حوا ؑ کی قبر مکہ میں، پہاڑ ''ابو قبیس'' کے پاس ہے، جدہ میں نہیں، جدہ اصل عربی میں ''جدی'' ہے: «طريق واسع في الجبل». پہاڑ میں کشادہ راستہ کو کہتے ہیں، اس سے بعض نے یہ گھڑ لیا کہ حضرت حوا ؑ کی قبر جدہ میں ہے۔ (عربی ''جدہ'' کے معنی ہیں ''وادی''، اس لئے لوگوں نے اس سے یہ سمجھا)۔[1]

روایت نمبر: ۴۸

روایت: ''جس کا کوئی پیر نہ ہو تو اس کا پیر شیطان ہے''، یہ حدیث نہیں، لوگوں نے مشہور کر رکھی ہے

ایک مولوی صاحب نے کہا کہ ایک حدیث لوگوں نے مشہور کر رکھی ہے: «من لا شيخ له فشيخه الشيطان». جس کا کوئی پیر نہ ہو تو اس کا پیر شیطان ہے، فرمایا: بلکہ اب تو یہ ہے: «من له شيخ فشيخه الشيطان». جس کا

---

(۱) ملفوظات حکیم الامت: حضرت حواؑ کی قبر پہاڑ ابو قبیس کے پاس ہے، ۲۲۹/۲۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔
حافظ ابو جعفر ابن جریر طبریؒ کی ''تاریخ الرسل والملوک'' (۱۶۱/۱) میں موجود ایک روایت کے مطابق حضرت حواؑ کی قبر جبل ابو قبیس میں حضرت آدم کے ساتھ ہے، اور علامہ شہاب الدین احمد خفاجیؒ (المتوفی: ۱۰۶۹ھ) نے ''شفاء الغلیل'' (ص: ۶۹) میں حضرت حواؑ کی قبر کے ''جدہ'' میں ہونے کو بے اصل کہا ہے۔

پیر ہے تو اس کا پیر شیطان ہے۔[۱]

روایت نمبر: ۴۹

روایت: ''جنت میں ایک جنت ہے، اس میں نہ حور ہیں اور نہ قصور، صرف یہ ہے: «رب أرني أرني». اے رب! مجھے دیدار کرائیں، مجھے دیدار کرائیں''، یہ غلط ہے

''فرمایا: بعض صوفیاء اس کے قائل ہیں کہ جنت میں ایک جنت ہے، اس میں نہ حور ہیں اور نہ قصور، صرف یہ ہے: «رب أرني أرني». فرمایا: یہ غلط ہے، اگر کشف ہے تو بھی غلط ہے، نصوص کے خلاف ہے۔۔۔''۔[۲]

* * * * *

(۱) ملفوظات حکیم الامت: ایک گھڑی ہوئی حدیث، ۳۹۰/۲۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

علامہ اسماعیل حقی استانبولیؒ نے ''روح البیان'' (۵/۳۶۴) میں اسے ابو یزید بسطامیؒ (متوفی: ۲۶۱ھ) کا قول کہا ہے۔

(۲) ملفوظات حکیم الامت: صوفیاء کا ایک غلط کشف، ۴۶۹/۲۶، ادارہ الیفات اشرفیہ، ملتان۔

ایک دوسرے انداز سے

روایت: ''جنتوں میں سے ایک جنت ایسی ہے جس میں نہ حور ہے نہ محلات، لیکن اس میں صرف ایسے لوگ آباد ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے اپنا دیدار کرادیجئے، مجھے اپنا دیدار کرادیجئے، اے اللہ رب العزت!''، یہ حدیث نہیں ہے

''۔۔۔ بعض عشاق نے یہ دعویٰ کیا ہے: «إن في الجنان جنة، ليس فيها حور ولا قصور، ولكن فيها أرني أرني». جنتوں میں سے ایک جنت ایسی ہے جس میں نہ حور ہے نہ محلات، لیکن اس میں صرف ایسے لوگ آباد ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھے اپنا دیدار کرادیجئے، مجھے اپنا دیدار کرادیجئے، اے اللہ رب العزت!

اور اصل میں یہ ان کی کشفی غلطی ہے کہ ان کو اس سے آگے مکشوف نہیں ہوا، ممکن ہے کہ وہاں بعض عشاق کی یہ حالت کسی وقت ہو، مگر بہت جلد تجلی سے ان کی تسلی کر دی جائے گی، لوگ اس کو حدیث سمجھتے ہیں کیونکہ عربی عبارت ہے، بس آج کل جو مضمون عربی میں موجود ہو وہ حدیث ہی ہوتی ہے، ایک ظریف عالم نے خوب کہا کہ بس تو عرب میں حدیثیں ہی حدیثیں ہوتی ہوں گی۔۔۔''۔[1]

---

(۱) خطبات حکیم الامت: لطف جنت، ۲۲۹/۵، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۵۰

ایام میں سعادت و نحوست کا مسئلہ، شیعہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے، مگر یہ روایت من گھڑت ہے

"۔۔۔بعض لوگوں کو قرآن کی اس آیت ﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِيٓ أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ﴾ (القمر آیت نمبر ۱۹) "تو ہم نے ان پر ایک ہوا ئے تند، ایسے دنوں میں بھیجی جو (ان کے حق میں) منحوس تھی"، سے شبہ ہوگیا ہے کہ بعض ایام بھی منحوس ہوتے ہیں،مگر انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ﴿أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ﴾ کی تفسیر دوسری آیات میں ﴿سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَٰنِيَةَ أَيَّامٍ﴾ وارد ہوئی ہے، تو اس کو ملا کر یہ لازم آئے گا کہ کوئی دن بھی مسعود نہیں، بلکہ سب ایام منحوس ہی ہیں، اور اس کا کوئی قائل نہیں، لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں ہوسکتا۔

دراصل ایام میں سَعْد و نَحْس کا مسئلہ اہل نجوم کا اختراع ہے، اور شیعہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بھی اس کو منسوب کیا ہے، مگر وہ روایت موضوع ہے، شریعت میں بعض ایام متبرک تو ہیں، مگر منحوس کوئی دن

نہیں۔۔۔"۔ (۱)

روایت نمبر: ۵۱

ہاروت وماروت وزہرہ کا قصہ، نُقّاد محدثین نے اسے من گھڑت کہا ہے

"انہی میں سے ہاروت وماروت وزہرہ کا قصہ بھی ہے جس کو آج کل بھی بہت لوگ صحیح سمجھتے ہیں، کیونکہ بعض مفسرین نے یہ غضب کیا ہے کہ اس قصہ کو تفسیروں میں ٹھونس دیا ہے، مگر محدثین نُقّاد نے اس کو موضوع

---

(۱) خطبات حکیم الامت: سعادت ونحوست کی حقیقت، ۱/۴۵۱، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

اس روایت کا علم نہیں ہو سکا، البتہ علامہ آلوسیؒ نے اپنی "تفسیر" (۲۷/۸۷) میں ﴿أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ﴾ کے تحت حضرت علیؓ کے انتساب سے ایام میں سعْد ونحْس پر مشتمل اشعار نقل کر کے "لایصح" کہا ہے، اشعار یہ ہیں:

فنعم اليوم (يوم السبت) حقا — لصيد إن أردت بلا امتراء
وفي (الأحد) البناء لأن فيه — تبدى الله في خلق السماء
وفي (الاثنين) إن سافرت فيه — سترجع بالنجاح وبالثراء
ومن يرد الحجامة (فالثلاثا) — ففي ساعاته هرق الدماء
وإن شرب امرأ يوما دواء — فنعم اليوم يوم (الأربعاء)
وفي (يوم الخميس) قضاء حاج — فإن الله يأذن بالقضاء
وفي (الجمعات) تزويج وعرس — ولذات الرجال مع النساء
وهذا العلم لا يدريه إلا — نبي أو وصي الأنبياء

علامہ سیوطیؒ نے "الشماریخ فی علم التاریخ" (ص: ۲۸) میں ان اشعار کے بعد فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ کی جانب ان اشعار کو منسوب کرنا قابلِ نظر ہے۔

کہا ہے۔[1]

وہ قصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ایک زمانہ میں بنی آدم کے اندر معاصی کی کثرت ہوئی تو فرشتوں نے طعن کیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو خلیفۃ اللہ بنائے گئے ہیں کہ گناہ کرکے خداتعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں، اور ہم خدا کی نافرمانی کبھی نہیں کرتے،تو ہمیشہ اس کی اطاعت ہی کرتے ہیں [كذا في الاصل]، خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ انسا ن میں جو شہوت کا مادہ رکھا گیا ہے اگر وہ تمہارے اندر پیدا کردیا جائے تو تم بھی گناہ کرنے لگو گے، فرشتوں نے کہا ہم ہر گز گناہ نہ کریں گے، بلکہ اس وقت بھی ہم اطاعت ہی کریں گے۔

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا تم اپنے میں سے دو فرشتوں کو منتخب کرو جو سب سے زیادہ عبادت گزار ہوں، چنانچہ ہاروت وماروت کو منتخب کیا گیا، خدا تعالیٰ نے ان دونوں میں شہوت کا مادہ رکھ دیا اور زمین پر ان کو اتارا، اور حکم دیا کہ انسانوں کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرو، اور خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، نہ شراب پینا اور نہ زنا کرنا، نہ کسی آدمی کو ناحق قتل کرنا،چنانچہ وہ دن بھر

---

(١) حافظ ابن کثیرؒ اپنی ''تفسیر'' (١/٣٤٢) میں اس کو رد کیا ہے، امام قرطبیؒ اپنی ''تفسیر'' (٢/٢٨٥) میں اس واقعہ کی عدم صحت کی طرف گئے ہیں، نیز امام رازیؒ، قاضی عیاضؒ، علامہ شہاب عراقیؒ، علامہ آلوسیؒ نے بھی اس واقعہ کو رد کیا ہے، دیکھئے: ''روح المعانی'' (١/٣٤١)۔ البتہ محدثین میں سے بعض اس طرف بھی گئے ہیں کہ اس واقعہ کو بالکل "بے اصل" کہنا درست نہیں ہے، دیکھئے: فتح الباری: کتاب الطب، باب السحر، ١٠/٢٢٥، دار المعرفہ، بیروت۔

مقدمات کا فیصلہ کرتے اور شام کو اسم اعظم پڑھ کر آسمان پر چلے جاتے، اسی طرح ایک زمانہ گزر گیا۔

ایک دن ان کے پاس ایک عورت کا مقدمہ آیا جو کہ نہایت ہی حسین وجمیل تھی، یہ دونوں اس پر فریفتہ ہو گئے اور اس کے موافق فیصلہ کر دیا، پھر اس سے اپنی خواہش ظاہر کی، اس نے کہا ایک شرط سے میں راضی ہو سکتی ہوں : یا تم شراب پیو، یا میرے شوہر کو قتل کرو، یا اس بت کو سجدہ کرو جو تمہارے سامنے ہے، یا مجھ کو وہ اسم اعظم بتلا دو جس سے تم آسمان پر جاتے ہو، اول تو انہوں نے انکار کیا، مگر پھر نہ رہا گیا تو انہوں نے شراب پینے کو منظور کیا اور یہ سمجھا کہ یہ سب سے سہل گناہ ہے، اس سے توبہ کرلیں گے، چنانچہ شراب پی کر اس سے زنا کیا اور اسی مدہوشی کی حالت میں شوہر کو بھی قتل کردیا، اور بت کو سجدہ بھی کیا، اور بے خبری کی حالت میں اس عورت کو اسم اعظم بھی بتلادیا، وہ عورت تو اسم اعظم پڑھ کر آسمان پر چلی گئی، خدا تعالیٰ نے اسے ستارہ کی صورت میں مسخ کردیا، چنانچہ زہرہ ستارہ وہی ہے۔

یہ دونوں فرشتے جب مستی سے ہوش میں آئے تو بڑے پریشان ہوئے، شام کو آسمان پر جانے لگے تو ان کو روک دیا گیا، اور ان سے کہا گیا کہ یا تو دنیا کا عذاب اختیار کرو یا آخرت کا، انہوں نے دنیا کے عذاب کو آسان سمجھ کر اختیار کیا، چنانچہ وہ دونوں بابل کے کنویں میں اوندھے منہ

لٹکے ہوئے ہیں، جہاں ان کو عذاب ہو رہا ہے، اور یہ دونوں فرشتے سحر بھی تعلیم کرتے تھے جس کی تعلیم کا ان کو حکم ہوا تھا، یہ سحر انہی سے منقول چلا آتا ہے۔

اس قصہ کو سن کر وہ شخص جس کو حدیث سے ذرا بھی مس ہے، فوراً موضوع کہے گا،اس کا طرز بتلا رہا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہوسکتی، یقیناً اسرائیلیات میں سے ہے، دوسرے شرعی حیثیت سے اس میں بہت سے اشکالات ہیں:

ایک اشکال تو یہی ہے کہ فرشتے خدا تعالیٰ کے سامنے اس طرح گفتگو نہیں کر سکتے کہ حق تعالیٰ تو یہ فرمائیں کہ اگر تم میں شہوت پیدا کردی جائے تو تم بھی انسانوں کی طرح گناہ کرنے لگو گے، اور وہ خدا تعالیٰ کی بات کو رد کردیں کہ نہیں ہم اس حال میں بھی گناہ نہیں کر سکتے، فرشتے ہرگز خدا تعالیٰ کی بات کو رد نہیں کر سکتے۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ جس زنا کی وجہ سے یہ فرشتے معذب ہوئے وہ عورت کیوں نہ معذب ہوئی، وہ اسم اعظم پڑھ کر آسمان پر کیوں چلی گئی،اور ایسی مقرب کیوں کر ہوگئی؟

اور بہت سے اشکالات ہیں جن کے بیان کی اس وقت گنجائش نہیں، مگر بعض مفسرین نے تفاسیر میں اس واقعہ کو لکھ دیا ہے، اس لئے بہت لوگ اسے صحیح سمجھتے ہیں، اسی لئے ہر کتاب دیکھنے کے قابل نہیں ہوتی،کسی عالم

کو تجویز کرو، اس کتاب کو دکھلا کر، جب وہ کہہ دے کہ یہ دیکھنے کے قابل ہے اس کے بعد مطالعہ کرنا چاہیے، اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ جن کتابوں میں یہ قصہ مذکور ہے وہ معتبر کتابیں نہیں، مگر یہ ضرور ہے کہ ہر معتبر کتاب کا ہر جز و معتبر نہیں ہوتا، یہ ممکن ہے کہ ایک کتاب معتبر ہو لیکن اس میں کوئی بات غیر معتبر بھی ہو، ایک دو مضمون کے غیر معتبر ہونے سے ساری کتاب کو غیر معتبر نہیں کہہ سکتے،لیکن اس کا امتیاز عالم محقق ہی کر سکتا ہے کہ اس کتاب میں کون سی بات غیر معتبر ہے، غرض یہ قصہ محض غیر معتبر ہے۔۔۔"۔[1]

* * * * *

(۱) خطبات حکیم الامت: ہاروت وماروت، ۲/۱۴۰، ۱۴۱، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۵۲

روایت: ''شب معراج میں حضور ﷺ کو نوے ہزار علوم عطا کئے گئے تھے، جن میں تیس ہزار خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئے۔۔۔''،

یہ گھڑی ہوئی روایت ہے

''۔۔۔ بخاری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے بعض لوگوں نے ان کے زمانے میں یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کچھ خاص علوم عطا فرمائے تھے جو دوسروں کو نہیں بتلائے گئے، غضب یہ کہ تصوف کی بعض کتابوں میں بھی لکھ دیا ہے کہ شب معراج میں حضور ﷺ کو نوے ہزار علوم عطا کئے گئے تھے: تیس ہزار تو عام کر دیئے گئے تھے، اور تیس ہزار خواص کو بتلائے گئے، اور تیس ہزار خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئے۔

اور اس کے متعلق ایک لمبا قصہ ہے کہ حضور ﷺ نے اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر ہم تم کو وہ خاص علوم بتلادیں تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں خوب عبادت کر وں گا اور جہاد میں کوشش کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان کے اہل نہیں (نعوذ باللہ)، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ میں دوسروں کو ہدایت کروں گا اور کفار پر سختی کروں گا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی اس کے اہل نہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

سے پوچھا اور انہوں نے بھی کچھ ایسا ہی جواب دیا،وہ بھی اہل نہ نکلے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا، انہوں نے کہا: میں مخلوق کی ستاری کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں تم اہل ہو، پھر ان کو وہ تیس ہزار علوم عطا ہوئے۔

کسی نے خوب فرصت میں بیٹھ کر گھڑی ہے، بھلا ان سے پوچھے کہ معراج میں جو باتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی تھیں کیا تم ان کو سن رہے تھے جو تم کو ان کی تعداد بھی معلوم ہوگئی۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حق تعالیٰ نے کیا باتیں کی تھی، انہوں نے خوب جواب دیا: ؎

اَکنُوں کرادماغ کہ پُرسد زباغباں بلبل چہ گفت وگل چہ شُنید وصبا چہ کَرد

(اب کس کا حوصلہ اور ہمت ہے کہ باغباں سے یہ پوچھے بلبل نے کیا کہا، پھول نے کیا سنا، اور صبا نے کیا کہا)

غرض حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق لوگوں کا یہ خیال ان کی حیات ہی میں ہو گیا تھا کہ ان کو کچھ خاص علوم عطا ہوئے ہیں،جس کی وجہ یہ تھی کہ معارف وحِکَم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے بہت ظاہر ہوتے تھے، اس سے لوگوں کو یہ خیال ہوا، پھر بعض نے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کو دریافت کیا: «هل خصكم رسول الله ﷺ بشيء دون الناس». کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے الگ کوئی خاص چیز عطا فرمائی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے دو جواب دیئے: ایک جواب «قال: لا، إلا ما في هذه الصحيفة». فرمایا ہر گز نہیں، مگر صرف وہ احکام جو اس صحیفہ میں لکھے ہوئے ہیں (اس میں صدقات اور دیت کے احکام تھے، جن کا خاص نہ ہونا سب کو معلوم ہے)۔

دوسرا جواب «قال ما خصنا رسول الله ﷺ، إلا فهما أوتيه الرجل في القرآن». یعنی ہم کو خاص چیز عطا نہیں ہوئی، مگر ایک فہم جو حق تعالیٰ کسی بندہ کو قرآن میں عطا فرماویں۔

حاصل جواب یہ تھا کہ جو علوم مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں ان کا منشاء یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کچھ خاص علوم دوسرے مسلمانوں سے الگ بتلائے ہیں، بلکہ اس کا منشاء خاص فہم ہے، جو حق تعالیٰ نے قرآن یعنی دین میں مجھے عطا فرمائی ہے، یہی ہے حقیقتِ علم جو تقوی سے حاصل ہوتی ہے، یہی ہے وہ فقہ جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: «فقيه واحد أشد على الشيطان من ألف عابد». کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ گراں ہے۔۔۔''۔[1]

---

(۱) خطبات حکیم الامت: فہم قرآن، ۲۲۱/۲، ۲۲۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

سابقہ مضمون ایک دوسرے انداز سے

’’یہ جاہل صوفیوں میں مشہور ہے کہ کئی ہزار کلماتِ تصوف حضور سرور عالم ﷺ نے معراج سے واپس تشریف لا کر محض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چپکے سے بتلائی ہیں [كذا في الأصل]، صریحاً غلط وکذب محض ہے، یہ روافض کی بناوٹ ہے، اہل سنت کی کسی معتبر کتاب میں نہیں، خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کو حضرت سرور عالم ﷺ نے کچھ خاص باتیں تلقین فرمائی ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت اہتمام سے انکار فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس کوئی خاص چیز نہیں، مگر قرآن مجید کی سمجھ جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے‘‘۔[۱]

* * * * *

(۱) اصلاح الاغلاط والاخلاط: بستم، ص: ۱۰، مطبع سلیمی، الہ آباد۔

روایت نمبر: ۵۳

یہ کہنا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پندرہ شعبان کو فوت ہوئے ہیں، درست نہیں، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ شوال میں فوت ہوئے ہیں

"۔۔۔ [شب برأت میں] کھانے میں توسیع بھی کہیں منقول نہیں، جیسے عاشورہ میں بعض روایات وارد ہیں، مگر لوگوں نے اس میں حلوے کا اختراع کیا ہے، اس کے بارے میں عجیب عجیب روایات گھڑی ہیں، چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اس تاریخ کو وفات ہوئی تھی یہ ان کی فاتحہ ہے، یہ واقعہ تاریخ کے بالکل ہی خلاف ہے، کیونکہ وفات حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شعبان میں نہیں ہوئی، بلکہ شوال میں ہوئی ہے، اگر کہو کہ وفات گو شعبان میں نہیں ہوئی مگر جو شعبان بعد میں آیا تھا اس میں ان کی فاتحہ دلائی گئی تھی،تو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو اتنے دنوں بعد فاتحہ کیسی، پھر تم اس کا ثبوت دو کہ شعبان میں ان کی فاتحہ دلائی گئی تھی، اور یہ بھی ثابت کرو کہ اس میں حلوہ ہی پکا تھا"۔(۱)

---

(۱) خطبات حکیم الامت: اصلیت آتش بازی، ۳۹۸/۷،ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔
حافظ ابن الاثیرؒ نے "اسد الغابہ" (۲/۶۷) میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی شہادت جنگ احد میں، ۱۵ شوال بروز ہفتہ ہوئی ہے۔

روایت نمبر: ۵۴

روایت: ''شبِ برأت یعنی پندرہ شعبان میں آپ ﷺ کا دندانِ مبارک شہید ہوا تھا، اور آپ ﷺ نے حلوہ کھایا تھا''، یہ گھڑی ہوئی بات ہے

''ایک روایت یہ ہے کہ اس تاریخ [شب برأت میں] میں دندانِ مبارک شہید ہوا تھا اور آپ ﷺ نے حلوہ کھایا تھا، اس لئے کرتے ہیں تو یہ بھی محض لغو ہے، کیونکہ یہ واقعہ شہادتِ دندان کا بھی شوال ہی میں ہوا تھا، غرض یہ باتیں بالکل گھڑی ہوئی ہیں، حضور ﷺ سے جتنا ثابت ہے اس سے صرف اس قدر ثابت ہو سکتا ہے کہ مُردوں کو اس رات میں نفع پہنچاؤ، اس سے صرف اتنا نکلے گا کہ مُردوں کو ثواب بانٹ دو، باقی اور پابندیاں کوئی چیز نہیں، ثواب پہنچانے کے لئے قران شریف پڑھو، نماز پڑھو، خیرات بھی چاہو کردو، مگر حلوے کی تخصیص کیسی؟ کچا اناج بھی کافی ہے، پیسے بھی کافی ہیں۔۔۔''۔(۱)

---

(۱) خطبات حکیم الامت: اصلیت آتش بازی، ۷/۳۹۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

سابقہ مضمون ایک دوسرے انداز سے

اس حلوے کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور ﷺ کا دندانِ مبارک جب شہید ہوا تھا تو آپ ﷺ نے حلوہ نوش فرمایا تھا، اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اسی دن میں ہوئی تھی، یہ ان کی فاتحہ ہے، یہ سب بے اصل ہے، یہ دونوں واقعے شوال کے ہیں۔[۱]

روایت نمبر: ۵۵

روایت: ''خدا نے لعنت کی گائے کے ذبح کرنے والے پر، اور درخت کاٹنے والے پر۔۔۔''، یہ حدیث نہیں ہے

''۔۔۔ میں نے ایک فتویٰ پرانا دیکھا ہے جس میں یہ حدیث درج تھی جو حقیقت میں حدیث نہیں: «لعن الله أربعا: ذابح البقر وقاتل الشجر». (خدا نے لعنت کی گائے کے ذبح کرنے والے پر، اور درخت کاٹنے والے پر) اور تیسری چوتھی کوئی اور چیز تھی جو یاد نہیں۔۔۔''۔[۲]

(۱) زوال السنۃ عن اعمال السنۃ، یعنی سال بھر کے مسنون اعمال: شعبان، ص:۱۸، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

(۲) خطبات حکیم الامت: حقیقت بدعت، ۷/۴۳۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۵٦

قصہ جس میں شہد میں ایک بال دیکھ کر خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم نے اس کی مثال بیان کی، یہ مہمل قصہ ہے

"۔۔۔اول ہی میں آپ نے [یعنی ایک واعظ نے]ایک قصہ نقل کیا کہ ایک دن چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں جمع ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ دعوت کے واسطے ہدیہ کے طور پر گھر میں سے شہد لائے، اس شہد میں ایک بال پڑا ہوا تھا، چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہ جو بال ہے اس کی کوئی مثال سوچو، یہ کس چیز کی مثال ہے، چنانچہ کسی نے کچھ مثال دی کسی نے کچھ مثال پیش کی، اب مجھے کو [كذا في الأصل] یاد نہیں کہ یہ مثال کس نے دی، غلط مضامین کیا یاد رہتے، کسی نے کہا مومن کی فلاں حالت کے مشابہ ہے کسی نے کہا فلاں حالت کے مشابہ ہے۔

میں نے کہا، جب وعظ ختم کر چکے کہ اچھا یہ تو بتاؤ یہ قصہ جو تم نے نقل کیا وہ کون سی کتاب میں ہے: میری کتاب میں ہے یا مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کی کتاب میں ہے؟ کہنے لگے یہ تو یاد نہیں رہا کہ کس کتاب میں ہے، مگر ہاں دیکھا ہے کہیں، میں نے کہا یہ آپ کی احتیاط ہے کہ ایسا مہمل قصہ جو کسی اہل حق کی کتاب میں نہیں ہے، اس کو بیان کر دیا، اب تو سمجھ گئے کہ تم

کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، مگر حضرت،انہوں نے نہیں مانا، برا بروعظ کہتے ہیں، تو گوارا کر لیا کہ مجھ سے تعلق نہیں رکھا، اور یہ گوارا نہ ہو سکا کہ وعظ کہنا چھوڑ دیں۔۔۔"۔[۱]

* * * * *

(۱) خطبات حکیم الامت: خود بینی کے مضرات، ۱۰/۲۶۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

علامہ اسماعیل حقی استانبولیؒ نے "روح البیان" (۴/۷۷۳) میں یہ واقعہ ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

«ومن الحكايات اللطيفة أن عليا ﷛ مرض، فقال أبو بكر ﷛ لعمر وعثمان ﷠: إن عليا قد مرض فعلينا العيادة، فأتوا بابه وهو يجد خفة من المرض، ففرح فرحا فتموج بحر سخائه، فدخل بيته فلم يجد شيأ سوى عسل يكفي لواحد في طست، وهو أبيض وأنور، وفيه شعر أسود، فقال أبو بكر الصديق ﷛: لا يليق الأكل قبل المقالة، فقالوا: أنت أعزنا وأكرمنا وسيدنا فقل أولا، فقال: الدين أنور من الطست، وذكر الله تعالى أحلى من العسل، والشريعة أدق من الشعر، فقال عمر ﷛: الجنة أنور من الطست، ونعيمها أحلى من العسل، والصراط أدق من الشعر، فقال عثمان ﷛: القرآن أنور من الطست، وقراءة القرآن أحلى من العسل، وتفسيره أدق من الشعر، فقال علي ﷛: الضيف أنور من الطست، وكلام الضيف أحلى من العسل، وقلبه أدق من الشعر».

روایت نمبر: ۵۷

حکایت: ''عصر اور مغرب کے درمیان کھانے والے شخص کو مرتے وقت عصر کا وقت نظر آتا ہے، اس کے سامنے شیطان پیشاب کا پیالہ لاتا ہے، تو یہ شخص اس وقت کھانے کا عادی ہونے کی وجہ سے اسے پی جائے گا''، یہ بالکل غلط اور جھوٹ بات ہے

''۔۔۔ ایسے ہی یہ بھی مشہور ہے کہ عصر اور مغرب کے درمیان کھانا نہ کھاؤ ۔ اصل تو اس کی یہ تھی کہ وہ وقت فضیلت کا ہے، اور اکثر بزرگوں کی عادت رہی ہے کہ عصر کے بعد سے مغرب تک ذکر اللہ میں مشغول رہے ہیں، جب ان کو عام لوگوں نے مشغول دیکھا تو اس سے یہ سمجھا کہ اس وقت کھانا کھانا ممنوع ہے، اور وجہ اس کی یہ تراشی ہے کہ مرتے وقت عصر کا وقت نظر آتا ہے، اور شیطان مرنے کے وقت پیشاب کا پیالہ لاتا ہے اور اس شخص کو پیاس بہت ہوتی ہے، تو اگر اس وقت کھانے پینے کی عادت ہو گی تو یہ شخص پی جائے گا، نعوذ باللہ! بالکل غلط اور جھوٹ بات ہے۔۔۔''۔(۱)

---

(۱) خطبات حکیم الامت: ہمارے توہمات، ۴۲۵/۱۰، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۵۸

ماہِ رمضان کے آخری خطبہ میں «الوداع الوداع یا شهر رمضان»، پڑھنا بالکل بے اصل ہے

"۔۔۔ بہر حال خواہ کسی قسم کی خوشی ہو سب محمود ومطلوب ہے، باقی رنج کے مطلوب ہونے کی تو کوئی دلیل نہیں ہے، بہر حال رنج نہ واقع ہے اور نہ اس کی کوئی اصل ہے، پس تاسف اور رنج کرنا اور خطبہ میں «الوداع الوداع یا شهر رمضان» [اے ماہ رمضان! الوداع، الوداع] پڑھنا بالکل بے اصل ہے۔

ہاں! رمضان المبارک کے آنے سے پہلے کا تو ایک خطبہ خاصہ منقول ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ شعبان کے جمعہ اخیرہ میں حضور ﷺ نے خطبہ پڑھا، جس میں فرمایا: «يأيها الناس! قد أظلكم شهر عظيم إلخ». (اے لوگو! تم پر ایک عظیم المرتبت مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے) پس رمضان کے آنے کی خوشی تو ظاہر فرمائی ہے، مگر جانے کا غم ظاہر کرنا اور خطبہ وداعی پڑھنا کہیں منقول نہیں۔۔۔"۔[1]

---

(۱) خطبات حکیم الامت: روزہ دار کی خوشیاں، ۱۰/۴۲۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔
علامہ ابو الحسنات عبد الحی لکھنویؒ نے لکھا ہے کہ یہ مروجہ طریقہ بدعت سے خالی نہیں، دیکھئے: فتاویٰ عبد الحیؒ (ص: ۵۳۴)۔

روایت نمبر: ۵۹

جمعہ کا حج "حج اکبر" سے مشہور ہے، یہ محض بے اصل ہے، البتہ حج یومِ جمعہ کی فضیلت کا انکار نہیں

"۔۔۔ عوام الناس میں جمعہ کے روز کے حج کا لقب "حج اکبر" مشہور ہے، سو یہ شریعت میں لفظی تحریف کرنا ہے، کیونکہ اطلاقاتِ شرعیہ میں "حج اکبر" مطلق حج کو کہتے ہیں، اس عمرہ سے ممتاز کرنے کے لئے جس کو "حج اصغر" کہتے ہیں، اور قرآن مجید میں جو شروع سورۂ براءت میں ﴿يَوْمَ ٱلْحَجِّ ٱلْأَكْبَرِ﴾ آیا ہے وہاں یہی تفسیر ہے، اب اس اصطلاحِ مخترع سے احتمال ہے تفسیر میں غلطی کا، اور عوام اس کے اہتمام میں بہت غلو کرتے ہیں، یہ شریعت میں تحریف معنوی یعنی بدعت ہے، البتہ حج یومِ جمعہ کی فضیلت کا انکار نہیں، ایک بڑی فضیلت یہی ہے کہ حضور ﷺ کا حج جمعہ کے روز واقع ہوا تھا، مگر عوام کی زیادات، یہ محض بے اصل ہیں"۔[۱]

---

(۱) خطبات حکیم الامت: حج اکبر کیا ہے؟ ۳٦۲/۱۷، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

حافظ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" (۲۷۰/۸) میں اس روایت کے "عدمِ معرفت" کا اظہار کیا ہے، نیز علامہ ابن قیم الجوزیہؒ نے "زاد المعاد" (٦۵/۱) میں، اور علامہ محمد عبد الرحمن مبارکپوریؒ نے "تحفۃ الاحوذی" (۳۱/۴) میں اس روایت کو "بے اصل" کہا ہے۔

روایت نمبر: ۶۰

''معراج نامہ''، ''ساپن نامہ''، ''وفات نامہ''، یہ سب قصے من گھڑت ہیں

''کسی نے خوب کہا ہے خاموشی معنی دارد کہ گفتن نمی (خاموشی ایسے معنی رکھتی ہے جو بیان میں نہیں آسکتے) اسی طرح زبان کے اور بھی گناہ ہیں جن کو لوگ جانتے بھی نہیں، بلکہ بعضے گناہ ایسے بھی ہیں جن کو عام لوگ طاعت سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ ذکر اللہ ہے اور ذکر الرسول ﷺ ہیں، مگر حقیقت میں وہ ذکرِ موضوع روایات ہیں، اس میں پڑھے لکھے بھی مبتلا ہیں (پڑھے لکھوں سے مراد معمولی پڑھے لکھے ہیں، ورنہ کامل، اہل ایسی غلطیوں میں کیوں مبتلا ہوتے؟!) اس کی یہ مثالیں ہیں کہ ''معراج نامہ'' پڑھنا، ''ساپن نامہ'' پڑھنا، ''وفات نامہ'' پڑھنا کہ یہ سب قصے موضوع ہیں، کسی معمولی آدمی کی طرف بھی غلط بات کی نسبت برا ہے، دنیا میں بھی اس پر گرفت ہوتی ہے، چہ جائیکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط باتیں منسوب کی جائیں۔۔۔''۔[1]

---

(۱) خطبات حکیم الامت: خاموشی کے منافع، ۳۱۵/۲۶، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ٦١

کتاب "نورنامہ" مجموعۂ موضوعات ہے

''ازاں جملہ ایک کتاب ''نور نامہ'' ہے جو مجموعۂ موضوعات ہے، مگر ایسارائج ہواہے [كذا في الأصل] کہ سب لوگ خصوصاً عورتیں اس کو بہت شوق سے پڑھتی ہیں، اور لکھنے والوں نے بھی غضب ہی کیا ہے کہ بجائے منع کرنے کے اس کے فضائل لکھ دیے ہیں کہ جو کوئی اس کو جمعرات کو پڑھے تو اس پر آتش دوزخ حرام ہو جاوے، اہل علم جمعرات کی قید ہی سے پرکھ جاتے ہیں کہ یہ فضیلت ایجاد شدہ ہے، بنائی ہوئی بات کہیں چھپتی ہے ؟! کسی بات میں اتنا مبالغہ اس کے بے اصل ہونے کی دلیل ہوتی ہے، ایسی ہی کتابوں نے اسلام کو بدنام کر دیا، ہر گز اس کا پڑھنا جائز نہیں''۔(۱)

* * * * *

---

(۱) خطبات حکیم الامت: ایجاد بندہ،۲٦/۳۲۰،ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ٦٢

کتاب ''دعائے گنج العرش''، کا نام ہی بتلا رہا ہے کہ یہ من گھڑت ہے

''اور اسی قسم سے ''دعائے گنج العرش'' ہے اس کے بھی اس قدر معتقد ہیں، محتاج بیان نہیں، میں اس دعا کی نسبت کلام نہیں کرتا، دعا کا مفہوم اچھا سہی، لیکن اسناد غلط ہے، قرآن و حدیث میں کہیں نہ یہ دعا آئی اور نہ کہیں اس کی یہ فضیلتیں آئیں، اس کا نام ہی بتلا رہا ہے کہ موضوع ہے۔ بنانے والے کو یہ بھی نہ سوجھی کہ لفظ ''گنج العرش '' کی ترکیب کیا ہے، یہ لفظ عربی ہے یا فارسی؟ ''گنج'' لفظِ فارسی اور ''عرش'' عربی، اور الف لام بھی عربی کا لگا ہوا، یہ ترکیب ایسی ہوگی جیسے کوئی دکان کا ترجمہ کرے ''خانۃ التجارت ''۔ بھلے مانس کو عربی نام رکھنا تھا تو '' کنز العرش '' لفظ موجود تھا، مگر کیا کیجئے اس کے موضوع ہونے کا ثبوت نام ہی میں رہنا تھا، اور اسناد تو اس کی ایسی غلط ہے کہ اگر ذرا بھی کسی کو تجربہ ہو اور سچی جھوٹی باتیں سنی ہوں تو پہچان سکتا ہے، کیونکہ اتنا مبالغہ جتنا ''دعائے گنج العرش'' کی اسناد میں ہے سچی بات میں کبھی نہیں ہوتا۔

ایک چور کا قصہ اس میں لکھا ہے کہ اس کو حاکم نے سزا دینی چاہی، مگر قدرت نہ ہوئی، ہاتھ کاٹنا چاہا نہ کٹا، تلوار سے قتل کرنا چاہا نہ مرا، آگ میں جلانا چاہا نہ جلا، اس کی اس سے وجہ پوچھی گئی تو بیان کیا کہ میرے پاس

''دعائے گنج العرش'' ہے،اس میں گویا چوروں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ ''دعائے گنج العرش'' پاس رکھو اور خوب چوری کرو، خدا نہ کرے کہ اللہ میاں کا نام اس واسطے بنایا گیا ہو کہ اس سے گناہ میں مدد ملے - استغفر اللہ - اچھی طرح سن لیجئے کہ یہ دعا موضوع ہے،یعنی کسی کی تصنیف کردہ ہے، حدیث قرآن سے ثابت نہیں''۔[1]

روایت نمبر: ٦٣

کتاب ''گل بکاولی''، ''بدر منیر''، ''قصہ حاتم طائی''، یہ بے اصل کتابیں ہیں

''میرا اعتراض صرف ناولوں پر ہی نہیں ہے جو کتابیں بھی اس قسم کی ہوں سب کو الگ کر دینا چاہیے، جیسے: ''گل بکاولی''، ''بدر منیر''، ''قصہ حاتم طائی'' وغیرہ وغیرہ، یہ سب جلا دینے کے قابل ہیں، تعجب ہے کہ اچھے اچھے عقلمند ان کتابوں سے اپنی اولاد کو نہیں روکتے، بلکہ خود بھی دیکھتے ہیں اور بار بار پڑھتے ہیں، بوڑھے بوڑھے آدمی اس خبط میں مبتلا ہیں، اسی طرح جو کتابیں بے اصل ہیں گو دین کی صورت میں ہوں ان کو مت پڑھو، ان کے پڑھنے سے سوائے وقت ضائع کرنے کے اور کیا حاصل ہے؟! اسی جنس سے، ''معراج نامہ''

---

(۱) خطبات حکیم الامت: ایجاد بندہ،۲٦/۳۲۰،ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

ہے، عورتیں ''معراج نامہ'' بہت پڑھتی ہیں، اور ''معراج نامہ'' بکتے بھی بہت ہیں [كذا في الأصل]، علی ہذا آج کل مولد شریف کے رسالے بہت تصنیف ہو رہے ہیں، ظاہراً یہ کتابیں خیر ہی خیر ہیں،اسی وجہ سے لوگ ان پر بہت گر ویدہ ہیں، اور منع کرنا بھی ظاہراً سوء ادب معلوم ہوتا ہے، اور ظاہر بین اور نا واقف اور جاہل لوگ منع کر نے والوں کے مخالف بھی ہو جاتے ہیں، اور ان کو بے ادب اور گستاخ سمجھتے ہیں، حالانکہ درحقیقت وہ مانعین گستاخ نہیں، ان کے اس ممانعت کا سبب گستاخی اور بے ادبی نہیں، بلکہ اس کا اصلی سبب شان تحقیق اور ادب ہے، وہ اس کو پسند نہیں کرتے کہ غیر واقعی مضامین اللہ اور رسول کی طرف سے منسوب کئے جائیں، کیونکہ اللہ اور رسول ﷺ نے خود ہی اس کو منع فرمایا ہے''۔(۱)

* * * * *

---

(۱) خطبات حکیم الامت: اپنی اولاد کو غیر مستند کتب کے مطالعہ سے روکیے، ۲۶/۳۲۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۶۴

کتاب "وفات نامہ" میں بھی بعض روایتیں بالکل غلط ہیں

"ایسی ہی ایک کتاب "وفات نامہ" ہے، وہ بھی عورتیں بہت پڑھتی ہیں، اس میں بھی بعض روایتیں بالکل غلط ہیں، کہاں تک تفصیل کروں، بس ایک گر بتائے دیتا ہوں، یہ دستور العمل رکھو کہ جو کتاب دیکھنی ہو، اول اس کو علماء کے پاس بھیجو اور دریافت کرو کہ یہ ہمارے دیکھنے کی ہے یا نہیں، اگر وہ اجازت دیں تو دیکھو ورنہ، نہ دیکھو، اس عموم میں اچھی بری سب کتابیں آ گئیں۔۔۔"۔(۱)

روایت نمبر: ۶۵

روایت: "حق جل جلالہ نے آنحضرت ﷺ کا سایہ اپنے پاس رکھ لیا تاکہ تسلی رہے"، یہ جاہلوں کی ایجاد ہے

"۔۔۔اسی طرح ایک اور شعر ہے:ـ

پے تسکین خاطر صورت پیراہن یوسف　　محمد کو جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا قد کا

یعنی جیسے یعقوب علیہ السلام نے اپنی تسلی کے واسطے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ مبارک رکھ لیا تھا، اسی طرح حق جل جلالہ نے آنحضرت ﷺ کا سایہ اپنے پاس رکھ لیا کہ تسلی رہے، کیا (نعوذ باللہ) حضور ﷺ دنیا میں آ کر خدا

---

(۱) خطبات حکیم الامت: عوتوں کے لئے دینی کتب کا دستور العمل، ۲۶/۳۲۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

سے غائب ہو گئے تھے اور نظر نہ آتے تھے، کیا (نعوذ باللہ) حق تعالیٰ کو سکون کی بھی ضرورت ہے؟ ناس ہو ایسی جہالت کا، شاعر نے اپنے نزدیک حس [كذا في الأصل] تعلیل برتی ہے اور اس پر نازاں ہے: اول تو وہ روایت ہی متکلم فیہ ہے جس میں حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کا بیان ہے، دوسرے خود اس روایت میں سایہ نہ ہونے کی وجہ بھی موجود ہے کہ آپ پر ابر سایہ فگن رہتا تھا، اس لیے حضور ﷺ کا سایہ نہ ہوتا تھا، اور یہ علت کیسے ہو سکتی ہے جو شاعر نے بیان کی ہے، کیا وہ خدا کو حاضر وناظر نہیں جانتا؟۔[1]

روایت نمبر: ٦٦

روایت: "چوتھے آسمان پر حضرت عیسی علیہ السلام بیمار ہیں، آپ ﷺ کا تبسم علاج کیلئے درکار ہے"، یہ مضمون بالکل غلط ہے

"۔۔۔ یہ تو حق تعالیٰ کی شان میں دو شعروں کا مختصر بیان تھا، اب اہانتِ انبیاء علیہم السلام کا نمونہ سنئے، ایک شخص نے کہا ہے: ؎

بر آسمان چارم مسیح بیمارست تبسم تو برائے علاج درکارست [كذا في الأصل]

(چوتھے آسمان پر حضرت عیسی علیہ السلام بیمار ہیں، آپ کا تبسم علاج کیلئے

---

(١) خطبات حکیم الامت: مضامین لغت میں گمراہ شعراء کا غلو، ٣١/ ٤٧، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

درکار ہے) کیا شاعر صاحب دیکھنے گئے تھے کہ حضرت مسیح بیمار ہیں؟ غرض یہ مضمون بالکل غلط ہے، عالم عُلوی میں مرض کا کیا کام، اور حضرت یوسف علیہ السلام کو تو شاعروں نے (نعوذ باللہ) زر خرید بنا رکھا ہے، ان کا ذرا بھی ادب نہیں کرتے، ایک مداح نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بے ادبی کی ہے، مشہور ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی جاتی رہی تھی، اور ان کے بالکل نابینا ہونے میں اختلاف ہے، بعض کا قول ہے کہ بینائی کمزور ہو گئی تھی، کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک انبیاء علیہم السلام میں کوئی ظاہری عیب بھی نہیں ہوتا تاکہ لوگوں کو ان سے طبعی نفرت بھی نہ ہو، اور اتباع نہ کرنے کیلئے معمولی سا بہانہ بھی نہ ملے، اور اگر نابینا ہوئے بھی ہوں تو خلقۃً [كذا في الأصل] نابینا نہیں تھے، بلکہ شدتِ غم سے ہو گئے تھے، جس طرح اور عوارض جسمانی و امراض لاحق ہوا کرتے ہیں، پس اگر اور امراض کی طرح یہ مرض ہو بھی گیا ہو تو کیا وہ مکرم نہیں رہے، اور ان کی گستاخی جائز ہوگئی؟ غرض ایک شاعر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا لکھا ہے اور سراپا لکھنے کے لیے ایک سیاہی تیار کی ہے اس کے رگڑنے کیلئے چشم یعقوبی کو توبہ توبہ کھرل [پتھر کا ایک خاص برتن جو دواء پیسنے اور حل کرنے کے کام آتا ہے] گردانا ہے۔۔۔"۔[۱]

---

(۱) خطبات حکیم الامت: مضامین لغت میں گمراہ شعراء کا غلو، ۳۱/ ۴۷، ۴۸، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ٦٧

حکایت کہ حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارہویں کیا کرتے تھے، یہ ثابت نہیں ہے

"۔۔۔ بعض لوگ ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارہویں کیا کرتے تھے، تو اول تو یہ روایت ثابت نہیں اس کا ثبوت دینا چاہیے، دوسرے اگر ہو بھی تو کیا تم حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کرتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارہویں چھوڑ کر بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کرتے ہو، یہ تو ان کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اگر بالفرض وہ گیارہویں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا کرتے تھے تو اس کو ہرگز وہ گوارا نہ کر سکتے تھے کہ میرے بعد بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میری گیارہویں کی جائے۔۔۔"۔[1]

* * * * *

(١) خطبات حکیم الامت: گیارہویں کرنے والوں کو تاریخی غلطی، ٣١/٢٠٤، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ٦٨

روایت: ''حضور ﷺ نے عیسی علیہ السلام کی نسبت یہ فرمایا کہ اگر ان کو زیادہ یقین ہوتا تو ہوا پر چلتے''، علامہ عراقی رحمہ اللہ نے اسے منکر کہا ہے

''۔۔۔ حاصل عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ صاحبِ احیاء [امام غزالی رحمہ اللہ] نے نقل کیا کہ نبی ﷺ سے ذکر کیا گیا کہ عیسی علیہ السلام پانی پر چلتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان کو یقین میں اور زیادہ ترقی ہوتی تو ہوا پر چلتے، شارح [علامہ مرتضی زَبیدی رحمہ اللہ] نے عراقی رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ یہ حدیث منکر ہے، یعنی اس کے راوی غیر ثقہ نے، ثقات کے خلاف روایت کی ہے۔

معروف وہ روایت ہے جس کو ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے ''کتاب الیقین'' میں بکر بن عبد اللہ مزنی رحمہ اللہ کا قول کر کے [كذا في الأصل] نقل کیا ہے کہ ایک بار حوارین نے اپنے پیغمبر کو نہ پایا، کسی نے کہا کہ وہ دریا کی طرف گئے ہیں، یہ لوگ ان کو تلاش کر نے دریا کی طرف چلے جب دریا پر پہونچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ پانی پر چلے ہوئے آرہے ہیں، پھر ایک مضمون بیان کیا جس میں یہ بھی ہے کہ عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آدمی کے پاس یقین میں سے ایک جو کے برابر بھی ہو تو پانی پر چلنے لگے۔

شارح [علامہ مرتضی زبیدی رحمہ اللہ] کہتے ہیں کہ نیز ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ عیسی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ پانی پر کس چیز کے ذریعہ سے چلتے ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایمان اور یقین کے ذریعہ سے،لوگوں نے کہا کہ پس ہم بھی ایمان لائے ہیں جیسا آپ ایمان لائے ہیں، اور ہم بھی یقین رکھتے ہیں جیسا آپ یقین رکھتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ پس چلو،وہ ان کے ساتھ چلے،ایک موج آئی اور وہ سب غرق ہونے لگے، عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم موج سے ڈر گئے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم آبِ موج [اصل میں اسی طرح ہے،البتہ ہمارے پاس موجودہ شرح احیاء میں رب الموج لکھا ہے،اور یہی صحیح ہے] سے کیوں نہ ڈرے پھر آپ نے ان کو نکالا، فقط۔

اس عبارت سے چند امور مستفاد ہوئے:

نمبر ۱: یہ روایت ''احیاء'' کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسی علیہ السلام کی نسبت یہ فرمایا کہ اگر ان کو زیادہ یقین ہوتا تو ہوا پر چلتے، ثابت نہیں۔

نمبر ۲: خود عیسی علیہ السلام نے اپنے ارشاد میں یقین کی تاثیر بیان فرمائی ہے کہ اس سے پانی پر چل سکتے ہیں،ایک روایت میں مطلق یقین کی، اور ایک روایت میں اُس کی «قلت» کی تصریح کے ساتھ بھی۔

نمبر ۳: ہَوَا پر چلنے کا مضمون کسی طرح سے بھی کسی روایت میں مذکور نہیں۔

نمبر ۴: رسول اللہ ﷺ سے اِن میں سے کوئی مضمون منقول نہیں، بلکہ یہ حکایت بکر بن عبد اللہ رحمہ اللہ وفضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے منقول ہے، یہ تو مدلولات ہیں اس عبارت کے۔۔۔"۔(۱)

روایت نمبر: ٦٩

روایت: «تلك الغرانيق العُلى وإن شفاعتها لتُرْتَجى». اس قصہ کو قاضی عیاض رحمہ اللہ اور اکثر محققین نے نقلاً وعقلاً رد کیا ہے

"۔۔۔ ف: یہ تو ان چار اشعار کا حل لفظی تھا، اب ان کی شرح سننا چاہئے: شعر اول وثانی میں اشارہ کیا ہے ایک قصہ کی طرف جس کو بعض

(۱) بوادر النوادر: انسٹھویں حکمت، تحقیق الفاظ ومعنی لوزاد یقینہ لمشی علی الھواء (ای عیسی علیہ السلام)، ص: ۲۸۳، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

واضح رہے کہ حافظ ابو نعیمؒ نے "حلیۃ الاولیاء" (۱۵٦/۸) میں، اور امام بیہقیؒ نے "الزہد الکبیر" (ص: ۳۵٦) میں یہ روایت مرفوعاً مرسلاً تخریج کی ہے، امام بیہقیؒ کی عبارت ملاحظہ ہو:

«أخبرنا أبو عبد الرحمن السلمي، أنبأنا أبو عمرو بن حمدان، ثنا مسدد بن قطن قال: أنبأنا أحمد بن إبراهيم الدورقي، ثنا إسحاق، أنبأنا حجاج بن محمد، أنبأنا جرير بن حازم، عن وهيب المكي قال: قال رسول ﷺ: لو عرفتم الله حق معرفته لعلمتم العلم الذي ليس معه جهل، ولو عرفتم الله حق معرفته لزالت الجبال بدعائكم، وما أتي أحد من اليقين شيئا إلا ما لم يؤت منه أكثر مما أتي، قال معاذ بن جبل: ولا أنت يا رسول الله؟ قال : ولا أنا، فقال معاذ بن جبل: بلغنا أن عيسى ابن مريم عليه السلام كان يمشي على الماء، فقال رسول الله ﷺ: لو زاد يقينا لمشى على الهواء. هذا منقطع، ورواه أيضا المفضل بن غسان الغلابي عن يحيى بن معين عن رجل عن وهيب عن النبي ﷺ هكذا مرسلا، لم يسم معاذا في متنه».

محدثین نے نقل کیا ہے، حاصل اس قصہ کا یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے سورۂ والنجم کی تلاوت فرمائی، جب اس آیت پر پہونچے: ﴿أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ۞ وَمَنَوٰةَ ٱلثَّالِثَةَ ٱلْأُخْرَىٰ ۞﴾ إلخ، تو آپ ﷺ کی زبان مبارک پر بلاقصد یہ الفاظ جاری ہوگئے: «تلك الغرانيق العُلى، وإن شفاعتها لتُرْتَجى». [یہ عالی شان غرانیق ہیں، جن سے شفاعت کی امید کی جاتی ہے] جو بظاہر دال ہیں مدحِ اصنام پر۔ «والغرانيق جمع غُرْنُوق طائر مائي، والشاب الأبيض الجميل» [غرانیق جمع ہے غُرنُوق کی، ایک آبی پرندہ کا نام ہے، اور سفید، خوب صورت جوان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے].

مشرکین نے جو کہ اس مجلس میں تھے سن کر کہا: «ما ذكر آلهتنا بخير قبل اليوم». [یعنی آپ ﷺ نے آج سے پہلے کبھی بھی ہمارے معبودوں کا اچھائی سے تذکرہ نہیں کیا] پھر جب آپ نے آیتِ سجدہ پر سجدہ کیا تو ان مشرکین نے بھی سجدہ کیا، اور اس قصہ کو قاضی عیاض رحمہ اللہ اور اکثر محققین نے نقلاً و عقلاً رد کیا ہے .... مگر تاہم طریق اسلم وارجح محققین ہی کا ہے کہ اس قصہ کو غلط سمجھا جاوے، اور مولانا [یعنی جلال الدین رومی صاحبِ مثنوی] کا مقصود اس کی طرف اشارہ کرنے سے خود قصہ کا اثبات نہیں ہے، بلکہ مقصود محض تمثیل ہے، جس کے لئے محض مثال کی من وجہٍ شہرت کافی ہے خواہ ثابت ہو

یا نہ ہو۔۔۔"۔[1]

ایک دوسرے انداز سے

قصہ جس میں «تلك الغرانیق » آیا ہے، غیر ثابت و بے سند و موضوعِ زنادقہ ہے

"۔۔۔ اور بعض کتب میں ان آیتوں کے متعلق ایک قصہ لکھا ہے جس میں «تلك الغرانيق» آیا ہے، وہ حسبِ نقلِ روح بتصریح بیہقی رحمہ اللہ و قاضی عیاض رحمہ اللہ و محمد ابن اسحاق رحمہ اللہ و شیخ ابو المنصور ماتریدی رحمہ اللہ غیر ثابت و بے سند و موضوع زنادقہ ہے، اور جنہوں نے اس کی صحت کا حکم کیا ہے وہ درجہ نُفَاۃ [یعنی نفی کرنے والوں] کے برابر نہیں۔۔۔"۔[2]

* * * * *

---

(۱) بوادر النوادر: ساٹھویں حکمۃ، تحقیق و توجیہ قصہ غرانیق، ص: ۲۸۹، ۲۹۰، ادارہ اسلامیات، لاہور۔
امام رازیؒ نے اپنی "تفسیر کبیر" (۲۴۶/۲۳) میں، علامہ قاضی ابو بکر ابن العربیؒ نے "احکام القرآن" (۳۰۴/۳) میں، امام قرطبیؒ نے بھی اپنی "تفسیر" (۴۳۳/۱۴) میں، علامہ بدر الدین عینیؒ نے "عمدۃ القاری" (۱۴۶/۷) میں اس واقعہ کو باطل، غیر ثابت کہا ہے، البتہ حافظ ابن حجرؒ اس کے قائل ہیں کہ اسے بالکل بے اصل کہنا درست نہیں ہے، دیکھئے: "فتح الباری" (۴۳۹/۸)۔

(۲) بیان القرآن: اقترب للناس حسابہم، ۷/ ۷۸، میر محمد کتب خانہ، کراچی۔

روایت نمبر: ۷۰

حکایت: ”حضرت محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ خولہ حنفیہ جنّیہ تھیں“، یہ بالکل غلط ہے

”۔۔۔ خصوص جس شخص کے کان میں ایسے قصے پڑے ہوں کہ حضرت، بلقیس کے باپ آدمی اور ماں جنّیہ تھیں، یا جیسا جہلاء نے مشہور کیا ہے کہ حضرت محمد بن علی کی والدہ ”خولہ حنفیہ“ جنّیہ تھیں، تو ایسے قصے سن کر کچھ عجب نہیں کہ کوئی شخص ایسے موقع پر ایسے نکاح [یعنی جن و انس کا نکاح] کو جائز ہی سمجھ جائے، اس لئے اس پر تنبیہ کر دی گئی .... اور دوسرا قصہ تو بالکل ہی غلط ہے، وہ [یعنی حضرت محمد بن علی کی والدہ خولہ حنفیہ] تو قبیلۂ بنی حنفیہ سے ہیں، جو یمامہ میں سکونت رکھتا تھا، میں نے اپنے استاد علیہ الرحمۃ [یعنی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ] سے سنا کہ فرماتے تھے کہ یہ خاندان کرم اور شجاعت میں ممتاز ہونے کے سبب، موافق محاورۂ عرب کے، بنو جنّیہ کہلاتا ہو گا، عوام نے اس کا حقیقی ترجمہ کر کے ان کی طرف منسوب کر دیا، احقر کہتا ہے کہ جس طرح ایک شاعر نے کسی قبیلے کی مدح کی ہے:

ے بنو جنية ولدت سيوفا

(ایک جنّیہ عورت کی اولاد ہیں، جنہوں نے تلواریں جنی ہیں) ۔۔۔“۔[۱]

---

(۱) اصلاحِ انقلابِ امت: جنّ عورت کا انسان مرد سے، اور جنّ مرد کا انسان عورت سے نکاح صحیح نہیں، ص: ۴۶۹، ۴۷۰، ادارۃ المعارف، کراچی۔

روایت نمبر: ۷۱

روایت: "دلہن کے پاؤں دھو کر گھر میں جا بجا پانی چھڑکنے سے برکت ہوتی ہے"، یہ من گھڑت روایت ہے

"۔۔۔اور ایک دوسرا عمل جو مشہور ہے کہ دلہن کے پاؤں دھو کر گھر میں جابجا پانی چھڑکا جاتا ہے، "تذکرۃ الموضوعات" میں اس کو موضوع قرار دیا ہے۔۔۔"۔(۱)

روایت نمبر: ۷۲

حکایت کہ شب برات وغیرہ میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں، اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لئے کچھ پکایا ہے یا نہیں، ثابت نہیں ہے

"۔۔۔ بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برات وغیرہ میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں، اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لئے کچھ پکا یا ہے یا نہیں، ظاہر ہے کہ ایسا امر خفی بجز دلیل نقلی کے اور کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا، اور وہ یہاں ندارد ہے۔۔۔"۔(۲)

---

(۱) اصلاح الرسوم: نکاح حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، ص: ۹۷،۹۶، مکتبہ حقانیہ، ملتان۔
حافظ ابن الجوزیؒ نے "کتاب الموضوعات" (۲/ ۲۶۸) میں، حافظ ذہبیؒ نے "میزان الاعتدال" (۲/۵۲۳) میں، علامہ شوکانیؒ نے "الفوائد المجموعۃ" (ص: ۱۶۴) میں، حافظ ابن عراقؒ نے "تنزیہ الشریعۃ" (۲/۲۰۰) میں اس روایت کو من گھڑت کہا ہے۔

(۲) اصلاح الرسوم: تیسری فصل، ص: ۱۳۶، مکتبہ حقانیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۷۳

حکایت کہ شب برات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سویاں پکائیں، یہ محض تہمت ہے کہیں ثابت نہیں

"۔۔۔ اس [شب برات] کی نسبت ایک موضوع روایت مشہور کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آٹا پکا کر مروڑ یاں جمع کر کے سویاں پکائی تھیں، یہ محض تہمت ہے کہیں ثابت نہیں۔۔۔"۔[۱]

روایت نمبر: ۷۴

قدم شریف کے قصے کا اکثر محدثین نے انکار کیا ہے

"۔۔۔ بعض جگہ تو تبرکات ہی بے اصل ہیں، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف غلط نسبت کرنا کس قدر موجب وعید ہے، اس طرح اولیاء اللہ و بزرگان دین پر افتراء کرنا بھی جھوٹ تو ضرور ہے، بلکہ بعض تبرکات کے غلط ہونے پر دلیل عقلی یا نقلی شہادت دیتی ہے، چنانچہ قدم شریف کے قصے کا اکثر محدثین نے انکار کیا ہے۔۔۔"۔[۲]

---

(۱) اصلاح الرسوم: تیسری فصل، ص: ۱۳۹، مکتبہ حقانیہ، ملتان۔
علامہ لکھنویؒ نے اسی نوع کے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ "اس بارے میں کوئی نص اثبات یا نفی کی صورت میں وارد نہیں"، دیکھئے: فتاویٰ عبدالحیؒ (ص: ۱۱۰)۔
علامہ پٹنیؒ "تذکرۃ الموضوعات" (ص: ۴۴) میں اسی کے قائل ہیں، ملاحظہ ہو: «وفي بعض الرسائل قال علي بن إبراهيم: حدثت صلاة الرغائب بعد المائة الرابعة والثمانين سنة، ولا مزية لهذه الليلة عن غيرها، واتخاذها موسما وزيادة الوقود فيها بدعة، مما يترتب عليه من اللعب في المساجد وغيرها حرام، والإنفاق فيها والأكل من الحلواء وغيرها فيها، وأحاديث فضلها وفضل صلاتها كلها موضوعة بالاتفاق...».
(۲) اصلاح الرسوم: نویں فصل، ص: ۱۶۰، مکتبہ حقانیہ، ملتان۔

روایت نمبر: ۷۵

بعض اعراب لگے قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کرنا غلط ہے

"۔۔۔ اور بعض قرآن پر اعراب لگائے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں، اس زمانہ میں یہ اعراب اصطلاحی نہ تھے، البتہ جہاں کوئی دلیل مکذب نہ ہو ہم کو تکذیب کی حاجت نہیں، بالخصوص جہاں قرائن سے صدق غالب ہو وہ ظناً تبرک ہے، گو یقیناً نہ سہی کیونکہ دلائل یقین کے مفقود ہیں۔۔۔"۔[١]

روایت نمبر: ٧٦

حضرت شبلی رحمہ اللہ کی جانب اس حکایت کی نسبت غلط ہے

سوال: اسلاف صوفیہ کرام سے بعض مُوحِش باتیں منقول ہیں، جن سے بظاہر مصادمتِ [ٹکراؤ] شریعت کا اشتباہ ہوتا ہے، «في تلبيس إبليس لأبي الفرج ابن الجوزي». ص: ۴۷۰، فاروقی دہلی میں ہے:

«عن أبي بكر الذلف الصوفي، قال : سمعت الشبلي وقد سأله شاب: يا أبا بكر! لم تقول: الله، ولا تقول: لا إله إلا الله، فقال الشبلي: أستحيي أن أوجه إثباتا بعد نفي، فقال الشاب: أريد حجة أقوى من هذه، فقال: أخشى أن آخذني [كذا في الأصل، والصحيح: أن أوخذ في] كلمة الجحود والأصل

---

(١) اصلاح الرسوم: نویں فصل، ص: ١٦٠، مکتبہ حقانیہ، ملتان۔

[كذا في الأصل، والصحيح: ولا أصِلُ] كلمة الأقرار» اهـ.

[حاصل یہ ہے کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے ایک نوجوان نے کہا کہ آپ صرف لفظِ ''اللہ'' کا ورد کرتے ہیں، مکمل ''لا الہ الا اللہ'' کیوں نہیں کہتے؟ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے اس سے حیاء آتی ہے کہ کلمہ میں موجود اثبات کو، نفی کے بعد لاؤں، نوجوان نے کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ قوی دلیل چاہئے، حضرت شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کلمۂ اقرار تک پہنچنے سے پہلے، کلمۂ انکار ہی میں مجھے گرفت میں لے لیا جائے]۔

اس سے تو کلمۂ توحید پر بلکہ جتنے کلمات کے متعلق حضرت نے اسمِ اعظم کا اطلاق فرمایا ہے، ان پر کلمۃ الجحود کا اطلاق لازم آتا ہے، اور «من كان آخر كلامه لا إله إلا الله» وغیرہ پر اعتراض ہوتا ہے، جن حضرات کا مدارِ کار، محض اتباع پر ہے، ان سے ایسے بے باکانہ الفاظ موجبِ حیرت ہیں، حضرت والا کا ان حضرات سے غایتِ شغف اور خلوصِ محبت اور مجھ ایسے [كذا في الأصل] بد باطن کا ان حضرات کی طرف کسی قدر کم توجہی، مجھے موجبِ خطر معلوم ہوتا ہے کہ میرا کیا انجام ہوگا، بندہ کو حاملانِ شریعت بالخصوص حضراتِ محدثین سے دلی جذبات معلوم ہوتا ہے، ان سے کم حضرات فقہاء سے، مگر انیس بیس کا فرق ہے، اور حضرات صوفیہ کرام صاحبِ احوال معلوم ہوتے ہیں کہ جو قابل اتباع نہیں ہیں، «إلا من كان جامعا».

پس حضور ! بندہ کے متعلق ارشاد فرمادیں کہ اگر ایسا خیال مضر دین ہے تو میں توبہ اورانابت کروں، اور نفس کو مجبور کروں کہ کسی طرح اس کو بد گمانی نہ ہو، یا جیسا ارشاد ہو۔

الجواب : اول تو اس نسبت ہی کی کوئی سند صحیح نہیں، اور ابن الجوزی رحمہ اللہ کا نقل کرنا حجت نہیں، ان کا تشدد مشہور ہے جس کے الوان مختلف ہیں، حدیث میں تو ثابت کو غیر ثابت کہنے سے،اور صوفیہ کے باب میں غیر ثابت کو ثابت ماننے سے، گو منشا اس کا نیک نیتی ہے، مگر نیک نیتی سے واقعہ تو نہیں بدل جاتا، حکمِ آخرت ہی بدلتا ہے،غرض قصہ بسَنَد ثابت نہیں، اور اس کا معارض ۔یعنی ان بزرگوں کا اتباع واخلاص، اخبارِ متواتر ہ سے اور مِنْ ظن مقبولین سے، جو کہ ظہور ہے مضمون «أنتم شهداء الله في الأرض» کا- ثابت۔

پس ایسے جرح وتعدیل کے تعارض کے وقت تعدیل کو ترجیح ہو گی، اس لئے اس نسبت کو غلط کہا جاوے گا۔

دوسرے حضرت شبلی رحمہ اللہ کا مجاذیب میں سے ہو نا قوم میں معروف ہے، اور مرفوع القلم پر ملامت نہیں۔

تیسرے اثبات بعد النفی کو منکر یا اس کو کلمۃ الجحود قرار دینا واقع کے اعتبار سے نہیں، بلکہ عذر ہے اپنے نہ کہنے کا، اپنے ایک نقص کے اظہار سے کہ اس

کے تلفظ کے وقت ایسے وساوس مستحضر ہو جاتے ہیں، ان وساوس سے بچنے کے لئے دوسرا کلمہ اختیار کر لیا، جیسا صیغہ «أستحيي»، «أخشى» اس طرف مشیر ہے، ورنہ اپنے دوسرے متعلقین کو بھی منع کرتے، اور قرآن کی تلاوت کو بھی جائز نہ سمجھتے۔

ہف [كذا في الأصل] جیسے بعض فقہاء نے معذور عن تصحیح الظاء کے لئے رکوع میں بجائے «سبحان ربي العظيم» کے جو کہ ماثور ہے، «سبحان ربي الكريم» کہنے کا حکم دیا ہے، اور جیسے حسن بصری رحمہ اللہ، ابن سیرین رحمہ اللہ کے [كذا في الأصل] یا ابن سیرین رحمہ اللہ نے حسن بصری رحمہ اللہ کے، جنازہ کی نماز باوجود حاضر ہونے کے نہیں پڑھی، اور عذر کیا کہ میں تحصیل اخلاصِ نیت کی کوشش میں رہا، اور نماز سے فراغ ہو گیا، اور ان کا سید المحدثین ہونا مسلم ہے، اور ایسے احوال ابتداء میں پیش آتے ہیں،اور انتہاء کے بعد تو اعمالِ مسنونہ ہی میں نسبت احسان کی، حاصل ہو نے لگتی ہے، اور خلافِ سنت حجاب ہو نے لگتا ہے، جیسے قرآن سے پہلے الف، با، تا، پڑھتے ہیں،اور بظاہر تارکِ قرآن معلوم ہوتے ہیں، پھر بعد مشغولی کے، قرآن کے وہی مقدمات حجاب ہو جاتے ہیں، اور جوابِ اول انفع واسہل ہے، اور ثانی امنع واعدل، اور ثالث اجمع اکمل، اور آپ نے جو محبت کی ترتیب اور صوفیہ کے متعلق خیال لکھا ہے اس کا منشا

دین ہے، اور نجات کے لئے کافی ہے، اور بالکل بے خطر ہے، خطرِ مبغوضیت میں ہے، میرے قلب میں ترتیب بالکل اس کا عکس ہے اس کا منشا بھی بحمدہ تعالیٰ دین ہی ہے، «وکلنا علی هدی إن شاء الله تعالی»۔[1]

روایت: ''گائے کے سینگ بدلنے سے زلزلہ ہوتا ہے''،

کوئی معتبر روایت اس میں ثابت نہیں

''۔۔۔یہ مشہور کہ گائے کے سینگ بدلنے سے زلزلہ ہوتا ہے، کوئی معتبر روایت اس میں ثابت نہیں، اس لئے عقیدہ نہ رکھنا چاہیے۔۔۔''۔[2]

* * * * *

(۱) تربیت السالک: صوفیہ کرام کی موحش کلام سے بدگمانی پیدا ہونے کا ازالہ، ۲/۱۲۵۳، ۱۲۵۴، دارالاشاعت، کراچی۔

(۲) اخبار الزلزلہ: رفع اشتباہ، ص: ۵، مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان، دہلی۔

علامہ ابن قیم الجوزیہؒ نے ''المنار المنیف'' (ص: ۷۸) میں اسے من گھڑت روایات کے تحت لکھا ہے، نیز علامہ محمد بن خلیل طرابلسیؒ نے بھی ''اللؤلؤ المرصوع'' (ص: ۵۲) میں اسے من گھڑت کہا ہے۔

روایت نمبر: ۷۸

«ناد علياً مظهر العجائب»، اور «لي خمسة أطفي بها»، روافض کی بناوٹ ہے

"۔۔۔ اسی طرح، «ناد عليا مظهر العجائب» إلخ، اور «لي خمسة أطفي بها» إلخ، روافض کی بناوٹ ہے، ایسے الفاظِ شرکیہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ با برکات بالکل پاک ہے۔۔۔"۔(۱)

* * * * *

---

(۱) اصلاح الاغلاط والاخلاط: ص: ۱۲، مطبع سلیمی، الہ آباد۔

مکمل شعر یہ ہے:

ناد عليا مظهر العجائب تجده عونا لك في النوائب بنبوتك يا محمد بولايتك يا علي

ترجمہ: عجائبات کے مظہر، علیؓ کو پکارو، تم انھیں مشکلات میں اپنا مددگار پاؤ گے: اے محمد! آپ کی نبوت کے وسیلہ سے، اے علیؓ! آپ کی ولایت کے وسیلہ سے۔

ملا علی قاریؒ نے "الاسرار المرفوعہ" (ص:۳٦۸) میں اسے روافض کی ایجاد کہا ہے، علامہ اسماعیل عجلونیؒ نے "کشف الخفاء" (رقم:۳۰٦۹) میں ملا علی قاریؒ کے قول پر اکتفاء کیا ہے۔

دوسرا جملہ "امداد الاحکام" (۳۲۴/۱) میں اس طرح ہے:

لي خمسة أطفي بها حرّ الوباء الحاطمة المصطفى والمرتضى وابناهما والفاطمة

ترجمہ: میرے پانچ افراد ہیں، جن کے وسیلے سے میں اس تیز گرم وبا کو بجھا دیتا ہو: مصطفی ﷺ، مرتضیؓ، ان کے دونوں صاحبزادےؓ اور فاطمہؓ۔

روایت نمبر: ۷۹

روایت: ''جو شخص مجھ کو ماہِ صفر کے گذرنے کی بشارت دے گا میں اس کو جنت کی بشارت دوں گا''، یہ حدیث ثابت نہیں ہے

«بعض کتبِ تصوف میں ایک حدیث لکھ دی ہے کہ «من بشّرني بخروج صفر بشّرته بالجنة». یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ کو ماہِ صفر کے گذرنے کی بشارت دے گا میں اس کو جنت کی بشارت دوں گا، آہ ! [كذا في الأصل]، اس سے بعض نے اس ماہ کی نحوست پر استدلال کیا ہے، مگر یہ دلیل ثبوتاً اور دلالتًہ دونوں طرح مخدوش ہے، یعنی نہ تو یہ حدیث سے ثابت ہے، اور نہ یہ اس مضمون پر دال ہے۔۔۔''۔[1]

* * * * *

(۱) زوال السِنہ عن اعمال السّنہ، یعنی سال بھر کے مسنون اعمال: صفر المظفر، ص: ۸، ادارہ اسلامیات، لاہور۔
علامہ صغانی ؒ نے ''موضوعات'' (رقم: ۱۰۰) میں، علامہ اسماعیل عجلونی ؒ نے ''کشف الخفاء'' (رقم: ۲۴۱۸) میں، علامہ شوکانیؒ نے ''الفوائد المجموعہ'' (رقم: ۱۲۶۰) میں، ملا علی قاریؒ نے ''الاسرار المرفوعہ'' (ص: ۳۲۴) میں، علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ نے ''تذکرۃ الموضوعات'' (ص: ۱۱۶) میں اس روایت کو من گھڑت کہا ہے۔

روایت نمبر: ۸۰

روایتِ صلوة الرغائب باطل ہے

''نیز شیخ [عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ] نے ''صلوة الرغائب'' [رجب کے پہلے شب جمعہ میں ایک مخصوص نماز] کا بھی ابطال کیا ہے۔۔۔''۔[۱]

حکایت کہ محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ نہ رکھیں، کیونکہ یزید کی ماں نے روزہ رکھا تھا، یہ بھی محض بے اصل ہے

بعض میں مشہور ہے کہ محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ نہ رکھے، کیونکہ یزید کی ماں نے روزہ رکھا تھا، یہ بھی محض بے اصل ہے۔[۲]

---

(۱) زوال السِنہ عن اعمال السَنہ، یعنی سال بھر کے مسنون اعمال: رجب، ص: ۱۵، ادارہ اسلامیات، لاہور۔

روایت ''صلوة الرغائب'' کو حافظ ابن جوزیؒ، امام طُرطُوشیؒ (المتوفی: ۵۲۰)، حافظ العز بن عبد السلامؒ، امام نوویؒ، حافظ ذہبیؒ، حافظ ابن دِحیہ کلبیؒ، حافظ عراقیؒ، حافظ ابن رجب حنبلیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، حافظ سیوطیؒ، علامہ ابراہیم حلبیؒ (المتوفی: ۹۵۶) نے من گھڑت کہا ہے، دیکھئے: ''اتحاف السادۃ المتقین'' (۳/۷۰۰)، ''الآثار المرفوعہ» (ص: ٦٢)۔

علامہ عبد الحیؒ اس روایت پر انتہائی مفصل کلام کرکے آخر میں لکھتے ہیں: «وقد اتضح مما ذكرنا أن المحدثين كلهم اتفقوا على كون حديثها موضوعا، ثم منهم وهم الجمهور من منع عنها قطعا وجعل أداءها بدعة وضلالا، ومنهم من جوز أداءها لمن شاء من غير اعتقاد صحة حديثها، والحق مع الجمهور وهو قول المنصور».

(۲) غلط مسئلے: روزہ، حج، زکوۃ کے متعلق غلط خیالات، ص: ۱۴، عمران اکیڈمی، لاہور۔

روایت نمبر: ۸۲

روایت: "بدھ کے روز کتاب شروع کرنے کا اہتمام۔۔۔"،
اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں

اسی طرح بعض طلباء کو بدھ کے روز کتاب شروع کرنے کا اہتمام کرتے دیکھا ہے، اور اس کو کسی روایت کی طرف مستند سمجھتے ہیں، سو اس بات میں کوئی روایت ثابت نہیں۔[1]

---

(۱) غلط مسئلے: عقائد، ایمان، ذکر و تلاوت، علم، عملیات و تعویذات، ص ۲۲، عمران اکیڈمی، لاہور۔

حافظ سخاویؒ نے "المقاصد الحسنۃ" (رقم: ۹۴۳) میں اس روایت کے بارے میں کہا ہے کہ "میں اس کی اصل پر واقف نہیں ہوں"، حافظ سخاویؒ کے قول پر علامہ عجلونیؒ نے "کشف الخفاء" (رقم: ۲۱۹۱) میں، ملا علی قاریؒ نے "المصنوع" (رقم: ۲۷۵) میں، علامہ محمد بن محمد درویشؒ نے "اسنی المطالب" (رقم: ۱۲۴۳) میں، علامہ عبد الحی لکھنویؒ نے "الفوائد البہیہ" (ص: ۵۸) میں اکتفاء کیا ہے، نیز حافظ ابن عراقؒ نے "تنزیہ الشریعہ" (۵۵/۲) میں اسے "بے اصل" کہا ہے، البتہ بدھ کو بعض دیگر معتبر روایات کے مطابق قبولیت اور فضیلت حاصل ہے، اس لئے ان معتبر روایات کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے درس وغیرہ کی ابتداء بدھ سے کرنا بلاشبہ مستحسن ہے، اور حضرات علماء سلف کا معمول بھی ہے، چنانچہ حافظ ابن عراقؒ نے اگرچہ زیرِ بحث روایت کو "بے اصل" کہا ہے، لیکن بروز بدھ، درس کی ابتداء کو مستحسن سمجھتے ہوئے یہ دلیل پیش کی ہے:

"بہتر یہ ہے کہ اس بارے میں یہ صحیح حدیث مدِ نظر ہو کہ "اللہ عز وجل نے بدھ کو نور کی تخلیق کی" انتہی، اور علم بھی ایک نور ہے، چنانچہ بروز بدھ ابتداء کرنے پر یہ نیک فالی ہوگی کہ یہ فعل پایہ تکمیل تک پہنچے گا، کیونکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ "اللہ اپنے نور کو ضرور پورا کر کے رہیں گے"، جزء ابی بکر انباری میں عطاء بن میسرہ عن عطاء بن ابی رباح عن عائشہؓ مروی ہے، "سفر کے لئے، نکاح کے لئے، اور بچے کے ختنہ کے لیے پسندیدہ دن بدھ ہے"۔

اسی طرح علامہ عبد الحی لکھنویؒ نے بروز بدھ ابتداءِ درس کو پسند کیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے:

"مجھے اس روایت کی ایک دوسری لطیف اصل ملی ہے، جسے امام بخاریؒ نے "ادب المفرد" میں، نیز امام احمد بن حنبلؒ اور امام بزارؒ نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد فتح میں پیر، منگل اور بدھ کو دعا کی، چنانچہ بروز بدھ ظہر اور عصر کے درمیان آپ ﷺ کی دعا قبول ہوگئی۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی اہم بات پیش آتی ہے، میں اس گھڑی کی جستجو کرتا، اور بروز بدھ اس گھڑی میں دعا کرتا، میری دعا قبول ہو جاتی"۔

روایت نمبر: ۸۳

حکایت: ''چاند اور سورج کے گہن کے وقت کھانا پینا منع ہے''، اس کی کوئی اصل نہیں

مشہور ہے کہ چاند اور سورج کے گہنے [كذا في الأصل] کے وقت کھانا پینا منع ہے تو اس کی بھی کوئی اصل نہیں، البتہ وہ وقت توجہ الی اللہ کا ہے، اسی وجہ سے کھانے پینے کا شغل ترک کر دینا اور بات ہے، رہا یہ کہ دنیا کے اور کاروبار بلکہ گناہ تک تو کرتا رہے اور صرف کھانا پینا چھوڑ دے، یہ شریعت کو بدل ڈالنا اور بدعت ہے۔(۱)

روایت نمبر: ۸۴

''روایت کہ آپ ﷺ نے بلی کو ڈرانے کے لئے روئی کے گالے سے مارا تھا''، یہ درست نہیں ہے

بعض عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اگر بلی نقصان بھی کرے تو بس صرف موصل [كذا في الأصل] میں گالا روئی کا باندھ کر مارنا درست ہے، جناب پیغمبر خدا ﷺ نے اسی طرح مارا تھا، سو یہ مسئلہ اور حدیث دونوں غلط ہیں۔(۲)

---

(۱) غلط مسئلے: متفرق غلط وفاسد خیالات ومسائل، ص: ۲۳، عمران اکیڈمی، لاہور۔

(۲) غلط مسئلے: متفرق غلط وفاسد خیالات ومسائل، ص: ۲۴، عمران اکیڈمی، لاہور۔

مصادر و مراجع

اشاعت خاص ماہنامہ الحسن بیاد حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ: جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

اشرف الجواب: دار الاشاعت، کراچی۔

اصلاحِ انقلابِ امت: ادارۃ المعارف، کراچی۔

اصلاح الرسوم: مکتبہ حقانیہ، ملتان۔

امداد الفتاویٰ: مکتبہ دار العلوم، کراچی۔

بوادر النوادر: ادارہ اسلامیات، لاہور۔

بہشتی زیور: دار الاشاعت، کراچی۔

بیان القرآن: میر محمد کتب خانہ، کراچی۔

تربیت السالک: دار الاشاعت، کراچی۔

التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: مکتبہ محبوب المطابع، دہلی۔

التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

تنبیہات وصیت: یہ مطبوع نسخہ ہے، دار العلوم، کراچی، کورنگی میں رقم: ٦١. ٢٧٣ پر موجود ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے پسندیدہ واقعات: مؤلف ابو الحسن اعظمی، مکتبۃ العلم، لاہور۔

خطبات حکیم الامت: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

زوال السنۃ عن اعمال السنۃ، یعنی سال بھر کے مسنون اعمال: ادارہ اسلامیات، لاہور۔

فتاویٰ عبد الحی (اردو): قرآن محل، کراچی۔

ملفوظات حکیم الامت: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔

الأباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير للجوزقاني: ت:محمد حسن، دار الكتب العلمية – بيروت.

إتحاف السادة المتقين للزبيدي: دار الكتب العلمية – بيروت، ط:١٤٣٣هـ .

إتقان ما يحسن من الأخبار الواردة على الألسن لنجم الدين الغزي: ت:يحيى مراد،دار الكتب العلمية – بيروت،الطبعة الأولى: ٢٠٠٤ء.

الآثارالمرفوعة في الأخبار الموضوعة للكهنوي: ت: محمد السعيد بسيوني زغلول،دار الكتب العلمية– بيروت، ط : ١٣٧١هـ.

أحكام القرآن لابن العربي: ت:محمد عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية – بيروت.

أحكام القرآن للجصاص: ت:محمد الصادق قمحاوي،دار إحياء التراث العربي– بيروت.

إحياء علوم الدين للغزالي: دار الشعب – قاهرة.

أسد الغابة في معرفة الصحابة لابن الأثير: ت:علي محمد معوّض و عادل أحمد عبد الموجود،دار الكتب العلمية –بيروت،الطبعة الأولي ١٤١٥ هـ.

الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة لعلي القاري: ت: محمد الصباغ،المكتب الإسلامي –بيروت،ط:١٤٠٦ هـ.

أسنى المطالب في أحاديث مختلف المراتب لمحمد بن درويش الحوت: ت: مصطفى عبد القادر عطا، دار الكتب العلمية – بيروت،ط:١٤١٨ هـ.

الإصابة في تمييز الصحابة للعسقلاني: دار الكتب العلمية –بيروت.

البحرالزخار (المسند) للبزار : ت: محفوظ الرحمن زين الله، مؤسسة القران– بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٠٩ هـ .

تاريخ الرسل و الملوك للطبري: ت:محمد أبوالفضل إبراهيم،دار المعارف – مصر.

تبيين العجب بما ورد في فضل رجب للعسقلاني: ت: طارق بن عوض الله، مؤسسة قرطبة – مصر.

تحفة الأحوذي للمباركفوري: ت:عبد الوهاب عبد اللطيف،دار الفكر – بيروت.

تذكرة الموضوعات للفتني: كتب خانه مجيدية – ملتان.

تفسير ابن كثير : مؤسسة قرطبة – مصر، الطبعة الأولى: ١٤٢١ هـ.

التفسير الكبير للرازي: دار إحياء التراث العربي– بيروت .

التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير للعسقلاني: ت: أبو عاصم حسن بن عباس، مؤسسة قرطبة - مصر،ط: ١٤١٦هـ.

تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة لابن عرّاق: ت: عبد الله الغماري، دار الكتب العلمية - بيروت ،ط : ١٤٠١هـ.

الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ت:عبدالله بن عبدالمحسن،مؤسسةالرسالة - بيروت، ط: ١٤٢٧هـ.

الجد الحثيث في بيان ما ليس بحديث للغزي العامري: ت: فواز أحمد زمرلي، دار ابن حزم - بيروت،ط:١٤١٨هـ.

حلية الأولياء وطبقات الأصفياء لأبي نعيم: دارالكتب العلمية - بيروت،الطبعةالأولي: ١٤٠٩ هـ .

الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة للسيوطي: ت: محمد بن لطفي الصباغ، جامعة الملك سعود - الرياض.

رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار لابن عابدين الشامي: ت: الشيخ عادل أحمد والشيخ علي محمد معوّض،دار عالم الكتب - الرياض، ط: ١٤٢٣هـ.

روح البيان لإسماعيل حقي: إحياء التراث العربي - بيروت.

روح المعاني للآلوسي: دار إحياء التراث العربي - بيروت .

زاد المعاد في هدي خير العباد لابن قيم الجوزية : ت: شعيب الأرنؤوط، مؤسسة الرسالة- بيروت، ط: ١٤١٢هـ.

الزهد الكبير للبيهقي: ت: عامر أحمد حيدر،دارالجنان - بيروت،ط:١٤٠٨هـ .

شعب الإيمان للبيهقي: ت: عبد العلي عبدالحميد حامد، مكتبة الرشد - سوريا، الطبعة الأولى : ١٤٢٣هـ .

شفاء الغليل فيما في كلام العرب من الدخيل للخفاجي: المطبعة الوهبية - القاهرة، ط: ١٢٨٢هـ.

الشماريخ في علم التاريخ للسوطي: مكتبة الآداب – قاهرة.

العلل المتناهية في الأحاديث الواهية لابن الجوزي: ت: خليل الميس، دار الكتب العلمية – بيروت،ط:١٤٠٣هـ.

عمدة القاري للعيني: ت:عبد الله محمود،دار الكتب العلمية – بيروت.

الفتاوى الكبرى الفقهية للهيتمي: ملتزم الطبع والنشر ـ عبد الحميد أحمد حنفي، بمصر.

فتح الباري للعسقلاني: دار المعرفة – بيروت.

الفوائد البهية في تراجم الحنفية للكهنوي: المطبع المصطفائي – هند.

الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة للشوكاني: ت: رضوان جامع رضوان، مكتبة نزار، مصطفى الباز–الرياض، ط : ١٤١٥هـ.

كتاب الموضوعات لابن الجوزي: ت: عبدالرحمن محمد عثمان، محمد عبدالمحسن – مدينة المنورة، ط: ١٣٨٦هـ.

كشف الخفاء ومزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس للعجلوني: ت :يوسف بن محمود،مكتبة العلم الحديث – دمشق،ط: ١٤٢١هـ.

اللآلئ المصنوعة في الأحاديث الموضوعة للسيوطي: دار الكتب العلمة – بيروت.

اللآلئ المنثورة في الأحاديث المشهورة للزركشي: ت: محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي– بيروت، ط:١٤٠٦هـ.

اللؤلؤ المرصوع فيما لا أصل له أو بأصله موضوع للقاوجي: ت: فواز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية – بيروت،ط:١٤١٥هـ.

مجموع الفتاوى لابن تيمية: ت: عامر الجزار،دارالوفاء– بيروت، ط: ١٤٢٦هـ.

المستدرك على الصحيحين للحاكم: ت :يوسف عبدالرحمن المرعشلي،دار المعرفة – بيروت، ط: ١٤٠٦هـ.

المصنوع في معرفة الحديث الموضوع لعلي القاري: ت:عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية– حلب،ط:١٤١٤هـ.

المقاصد الحسنة في بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة للسخاوي: ت:عبد الله محمد الصديق،دار الكتب العلمية - بيروت، ط: ١٤٢٧ هـ.

المنار المنيف في الصحيح والضعيف لابن قيم الجوزية: ت: عبد الفتاح أبو غدة، مكتب المطبوعات الإسلامية - بيروت، ط: ١٤٢٥ هـ.

موضوعات الصغاني: ت:نجم عبدالرحمن خلف،دارالمامون للتراث- بيروت، ط: ١٤٢٩ هـ .

ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي: ت:علي محمد البجاوي، دار المعرفة - بيروت، ط: ١٤٠٦هـ .

النخبة البهية في الأحاديث المكذوبة على خير البرية لمحمد الأمير الكبير المالكي: ت: زهير الشاويش،المكتب الإسلامي - بيروت،ط:١٤٠٩ هـ.